حج کا سفر
(ابلیس سے جنگ کی روداد)
www.Inzaar.org
www.Inzaar.pk
پروفیسر محمد عقیل

Please visit our websites to read the articles and books of Abu Yahya online for free. www.inzaar.org ,www.inzaar.pk (Urdu Website)

Join us on twitter @AbuYahya_inzaar

Join us on Facebook

Abu Yahya's Official Page: www.facebook.com/abuyahya.inzaar

Inzaar Official Page: www.facebook.com/inzaartheorg

Whatsapp Broadcast list: Please contact +92-334-1211120 from Whatsapp (Daily Msg Service-Broadcast Lists – No Groups)

Join us on Youtube @ youtube.com/inzaar-global

To get books and Inzaar's monthly magazines at home anywhere in Pakistan, contact # 0332-3051201 or 0345-8206011

To participate in online courses, visit ww.inzaar.org/online-courses/

To get any other information, email to info@inzaar.org and info@inzaar.pk

Our material in audio form is available on USB/CD
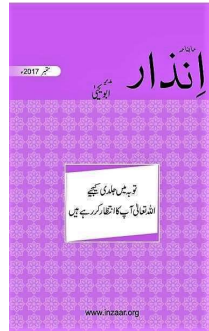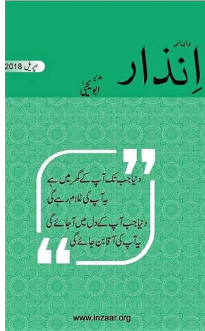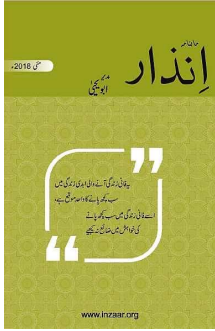
ماہنامہ انذار

مدیر: ابویحییٰ

ماہنامہ انذار ایک دعوتی و اصلاحی رسالہ ہے۔ اس کا مقصد لوگوں میں ایمان و اخلاق کی دعوت کو عام کرنا ہے۔ اس دعوت کو دوسروں تک پھیلانے میں ہمارا ساتھ دیجیے۔ یہ رسالہ خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھوائیے۔ اپنے کسی عزیز، دوست، ساتھی یا رشتہ دار کے نام سال بھر رسالہ جاری کروانے کے لیے ان نمبروں پر رابطہ کیجیے۔

0345-8206011 or 0332-3051201

ابو یحییٰ کے ناول

جو آپ کی سوچ، زندگی اور عمل کا محور بدل دیں گے

جب زندگی شروع ہوگی

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے
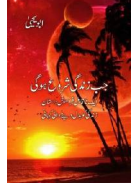
قسم اس وقت کی

ایک منکرِ خدا لڑکی کی داستان سفر، جو سچ کی تلاش میں نکلی تھی
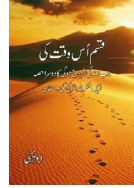
آخری جنگ

شیطان کے خلاف انسان کا اعلان جنگ
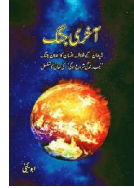
خدا بول رہا ہے

عظمتِ قرآن کا بیان ایک دلچسپ داستان کی شکل میں
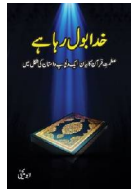
پورا سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

گھر بیٹھے کتب حاصل کرنے کے لیے ان نمبرز پر رابطہ کیجیے

0332-3051201 , 0345-8206011

www.inzaar.pk

مالی تعاون

اللہ تعالیٰ کے پیغام (ایمان و اخلاق، تعمیرِ شخصیت اور فلاحِ آخرت) کو پھیلانے میں انذار کا ساتھ دیجیے۔

ہمارا مالی طور پر ساتھ دینے کے لیے درج ذیل اکاؤنٹ میں عطیات جمع کرائے جاسکتے ہیں۔

For Local Transaction

Title of Account: Inzaar Educational and Charitable Trust

Address: P.O.BOX.7285 Karachi.

Bank Name: United Bank Limited

Branch Address: UBL Vault Branch, Abdullah Haroon Road, Saddar, Karachi.

Account Number: 0080248866323

Branch Code: 0080

For Foreign Transaction

IBAN: PK32 UNIL 0109 0002 4886 6323

SWIFT CODE: UNILPKKA

عطیات جمع کرنے کے بعد

0092-345-8206011 یا info@inzaar.org یا info@inzaar.pk پر ہمیں مطلع کریں تاکہ اس کی رسید آپ کو بھیجی جاسکے۔

رضاکارانہ تعاون

انذار کے لئے رضاکارانہ تعاون فراہم کرنے کے لئے براہ مہربانی ذیل میں درج ای میل ایڈریس پر ای میل بھیجیں۔ info@inzaar.org , info@inzaar.pk

”اپنے والدین کے نام، جن کے تعاون کی بدولت
میں اس سفر پر جانے کے قابل ہوا“

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

دنیا میں آج تک جن مقامات کے سفرنامے لکھے گئے ہیں ان میں سب سے پہلا درجہ غالباً مکہ اور مدینہ کے اسفار کا ہے۔ بالخصوص اردو زبان میں ہر طرح کے حاجی اور مسافر نے حجاز کے سفرنامے پر طبع آزمائی کی ہے۔ کسی نے اپنی ذاتی کیفیات کو بیان کیا تو کسی نے تاریخ پر زور دیا۔ کسی کا محور فقہی اعمال تھے تو کسی کا مقصد ساجی اور مذہبی رسومات کو نمایاں کرنا تھا۔

میں نے جب حج کا سفرنامہ لکھنے کی ٹھانی تو میرے فاضل دوستوں نے منع کیا کیونکہ اس موضوع پر تقریباً ہر پہلو سے بہت کچھ لکھا جا چکا تھا۔ لیکن جب میں اردو لٹریچر کا جائزہ لینے کے بعد غور کیا تو علم ہوا کہ چند پہلوؤں سے ابھی تشنگی باقی ہے اور کافی اضافے کی گنجائش ہے۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ اس سفرنامے میں حج کی رسومات اور مناسک کی اصل روح کو نمایاں کر کے ہر فعل کی توجیہ بیان کی جائے۔

ہم جانتے ہیں کہ حج کئی افعال کا مجموعہ ہے۔ ان میں احرام باندھنا، منیٰ میں قیام، وقوف عرفہ، مزدلفہ میں شب گذاری، رمی، قربانی، حلق، طواف زیارت اور سعی وغیرہ شامل ہیں۔ ہر حاجی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ سب کچھ کیوں کیا جاتا ہے؟ اس کا جواب علماء اپنے اپنے انداز میں دیتے ہیں لیکن اس تشریح میں ایک تسلسل نہیں ہوتا اس لئے عام طور پر لوگوں کی تشفی نہیں ہو پاتی۔ اسی بنا پر عوام کی بڑی تعداد خود کو حج کی ظاہری رسومات کی ادائیگی تک محدود رکھتی اور اس کے اصل ثمرات سمیٹنے سے قاصر رہتی ہے۔

میں نے جب اس موضوع پر قلم اٹھایا تو یوں محسوس ہوا کہ غالباً ان سفرناموں میں اسی پہلو

سے کی تھی اور یہی ایک کرنے کا بڑا کام ہے۔اللہ کی عنایت سے میں نے حج کی پوری روداد کی توجیہ ایک منطقی لیکن سادہ انداز میں بیان کرنے کوشش کی ہے۔اس سفرنامے میں یہ بتایا گیا ہے کہ احرام کیوں باندھا جاتا ہے، منٰی میں قیام کی کیا ضرورت ہے، عرفات میں کھلے آسمان تلے دعا کا کیا مقصد ہے؟ مزدلفہ میں کیوں رات کو پڑاؤ ڈالا جاتا ہے؟ رمی کی کیا حیثیت ہے؟ قربانی کا کیا فلسفہ ہے اور حلق کروانے کے پیچھے کیا مقصد پوشیدہ ہے۔اسی کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ بحیثیت مجموعی حج کیا ہے؟ اس کے کیا مقاصد ہیں؟ اس میں اور جہاد میں کیا مماثلت ہے؟ شیطان کے خلاف اس جنگ کے کیا تقاضے ہیں؟

ان تمام باتوں کو بیان کرنے کے دوران میں نے سفرنامے کی صنفی روح کو برقرار رکھنے کی سعی کی ہے۔کہیں اپنے ذاتی واقعات بیان کئے ہیں تو کہیں منظر نگاری کے ذریعے خارجی ماحول کو سمویا گیا ہے۔کہیں آسان پیرائے میں فقہی مسائل کو بھی ٹچ کیا ہے۔مجھے امید ہے کہ یہ سفرنامہ ان لوگوں کے لئے بھی مفید ہے جو حج کرچکے ہیں اور ان کے لئے بھی فائدہ مند ہے جو حج کرنے کا رادہ رکھتے ہیں۔لیکن سب سے بڑھ کر یہ ایسے مسلمان بھائیوں کے لئے ترغیب کے سامان رکھتا ہے جو استطاعت کے باوجود حج کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے جو حج کے عملی مسائل اور روح پر تفصیلی روشنی ڈالتا ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو دین سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

پروفیسر محمد عقیل

پس منظر

رات اپنے اختتام کے آخری مراحل میں تھی اور سورج طلوع ہونے کے لئے پر تول رہا تھا۔ فلائٹ آنے میں ابھی وقت تھا۔ اس اجالے اور تاریکی کے ملاپ نے ائیرپورٹ کے مادیت سے بھرپور ماحول میں بھی روحانیت کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ یہ مئی ۲۰۰۹ کا واقعہ ہے جب میں ائیرپورٹ پر اپنے والدین، بھائی اور دادی کو ریسیو کرنے آیا تھا جو عمرہ ادا کر کے واپس آ رہے تھے۔ فجر کا وقت ہو گیا تھا چنانچہ میں نے نماز فجر مسجد میں ادا کی۔ نماز کے بعد جب فلائٹ آ گئی تو میرے والدین باہر آ گئے۔

میں نے جب اپنے بھائی اور والد کے منڈے ہوئے سر دیکھے تو طبیعت میں ایک عجیب سا اضطراب پیدا ہونے لگا۔ میرا دل چاہا کہ میں بھی اپنا سر منڈوا کر خود کو اللہ کی غلامی میں دے دوں، میں بھی سفید احرام میں ملبوس ہو کر اس کی بارگاہ میں حاضری دوں، میں بھی اس کے در پر جا کر لبیک کا ترانہ پڑھوں۔ یہ احساس زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے ہوا جو ایک خوشگوار حیرت کا باعث تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ شاید حرم سے بلاوے کا وقت آ گیا ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنا یہ احساس کسی سے شیئر نہیں کیا لیکن خاموشی سے حج پر جانے کا طریقہ کار لوگوں سے معلوم کرنے لگا۔ دوسری جانب جب میں نے زمینی حقائق کا جائزہ لیا تو علم ہوا کہ میرے پاس معقول کیش کا بندوبست نہیں ہے اور نہ ہی ملازمت سے آسانی سے چھٹی ملنے کی توقع ہے۔ اس کے علاوہ میری اس وقت دو بیٹیاں بھی تھیں جن کی عمریں بالترتیب چھ سال اور ساڑھے تین سال تھیں اور انہیں چھوڑ کر جانا ایک مشکل امر تھا۔

یہ سب حقائق حج پر جانے میں رکاوٹ تھے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ جب بلاوہ آ جائے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ چنانچہ ان تمام رکاوٹوں سے قطع نظر میں نے حج پر جانے کی نیت کر لی۔ میں نے

اس بات کا ذکر اپنی بیوی سے بھی کیا جس پر انہوں نے اصولی طور پر اتفاق کرلیا۔ میں نے انہیں یہی بتایا کہ ابھی حالات سازگار نہیں لیکن میں نے اپنا کیس اللہ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ اگر اس نے بلانا ہوگا تو ضرور راستہ نکالے گا۔

کچھ ہی دنوں بعد میرے والدین نے خود ہی ہمیں حج پر جانے کی ترغیب دینا شروع کردیا اور ساتھ ہی بچوں کو رکھنے کا عندیہ بھی دیا۔ میرے بچے اس سے قبل ایک رات کے لئے بھی ہم سے جدا نہیں ہوئے تھے اور ان کا پاکستان میں رکنے کا معاملہ خاصہ گھمبیر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ایک عالم ظاہری اسباب کا ہے اور ایک اسباب سے ماوراء دنیا ہے۔ انسان ظاہری اسباب کا پابند ہے لیکن اللہ نہیں۔ چنانچہ ایک ایک کرکے تمام مسائل حل ہوتے چلے گئے۔ مالی مشکل بھی آسان ہوگئی، بچوں کو چھوڑنے کی ہمت بھی ہوگئی اور ملازمت سے چھٹی کا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔

روانگی

حج کی تیاریاں مکمل ہوچکی تھیں۔ ویکسین لگوالی تھی اور ساتھ ہی تمام سامان کی خریداری مکمل کرلی تھی۔ سن ۲۰۰۹ میں حج ۲۶ نومبر کو متوقع تھا۔ میری فلائٹ کا شیڈول ۵ نومبر رات ایک بجے کا تھا۔ میں چار نومبر کو جب آفس سے گھر پہنچا تو ارادہ تھا کہ کچھ دیر آرام کرلوں گا تاکہ رات کو سفر کی تکان سے بچ سکوں لیکن یہاں تو مہمانوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ یہ ہمارے سماج رابطوں ایک حصہ ہے اور اسے نبھانا بھی پڑتا ہے۔ میں نے ان سب مہمانوں سے ملاقات کی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ یہ سب امور انجام دینے کے بعد فائنل پیکنگ کی۔ عشاء کے بعد روانگی تھی۔ چنانچہ جلدی سے احرام باندھا جس کی بنا پر چلنے میں خاصی دشواری ہورہی تھی لیکن اللہ تعالٰی نے بعد میں مشکل آسان کردی۔ مجھے احرام باندھنے کے بعد ایک طمانیت اور قرب الٰہی کا احساس ہوا کہ اللہ نے مجھے اپنے سپاہیوں میں شامل کرلیا۔

حج کرنے کے کئی آپشنز ہیں ایک حج تمتع، ایک حج قران اور ایک حج افراد۔ پاکستان سے جانے والے حاجی زیادہ تر حج تمتع کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے وطن سے احرام عمرے کے لئے باندھا جائے اور پھر مکہ میں عمرے کی ادائگی کے بعد احرام اتار دیا جائے۔ جب حج کے ایام شروع ہوں تو حج کے لئے دوسرا احرام باندھا جائے۔ حج کی دوسری قسم حج قران ہے جس میں حاجی اپنے ملک سے حج ہی کی نیت سے احرام باندھتا ہے اور دس ذی الحج تک اسے پہنے رکھتا ہے۔ میرا حج بھی حج تمتع تھا۔

احرام کی پابندیاں

ہمارے گروپ لیڈر رافع صاحب نے بتایا تھا کہ بعض اوقات فلائیٹ لیٹ ہوجاتی ہیں یا کسی ایمرجنسی کے سبب کینسل بھی ہوسکتی ہیں۔ اسی بنا پر احرام باندھنے کے باوجود میں نے عمرے کی نیت نہیں کی تھی کیونکہ نیت کرنے کے بعد اور میقات کی حدود شروع ہوتے ہی احرام کی پابندیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ ان پابندیوں میں سر یا چہرے کو ڈھانپنا، بال یا ناخن کاٹنا، خوشبو لگانا، خشکی کا شکار کرنا، شہوت کی باتیں کرنا اور ازدواجی تعلق قائم کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ ان پابندیوں کا فلسفہ یہی ہے کہ حج شیطان کے خلاف جہاد کا اعلان ہے۔ چنانچہ جب رب اپنے بندے کو پکارتا اور شیطان کے خلاف برسرِ پیکار ہونے کا حکم دیتا ہے تو یہ بندہ سفید کپڑوں کی وردی ملبوس کرلیتا ہے۔ اب اس پر دنیا کی زیب و زینت اور لذت حرام ہے یہاں تک کہ وہ اس جنگ میں برسرِ پیکار ہوکر اپنے دشمن کی ناک رگڑ دے اور اور اپنے مالک کی وفاداری کا ثبوت پیش کردے۔

ائیر پورٹ پر کافی رش تھا۔ وہاں کچھ رضا کار لوگوں کو گائیڈ کررہے اور حج کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کررہے تھے۔ میرے گھر والے اور بیٹیاں بھی مجھے چھوڑنے آئیں تھیں لیکن ان کی محبت پر اللہ نے اپنی محبت غالب کردی تھی اور اب ان بیٹیوں کی اتنی فکر محسوس نہیں ہورہی

تھی۔گھر والوں سے ملنے کے بعد تقریباً دس بجے بورڈنگ شروع ہوئی اور میں اندر داخل ہوا۔ امیگریشن کے مراحل طے ہونے میں دو گھنٹے لگ گئے۔بالآخر تمام مراحل طے کرنے کے بعد ڈیپارچر لاونج میں بیٹھ گئے۔ہمارے گروپ کے تمام ساتھی جمع ہو چکے تھے۔میرا ایک دوست آصف بھی اسی گروپ سے جارہا تھا۔

لبیک

ہماری فلائٹ رات ایک بج کر بیس منٹ پر تھی۔میں نے لاونج میں اردگرد نگاہ ڈالی تو سب ہی مرد حضرات سفید احرام میں ملبوس تھے اور یہ منظر انتہائی دلفریب لگ رہا تھا۔کچھ لوگوں نے عمرے کی نیت کرلی تھی۔تقریباً رات کے ایک بجے ہم جہاز میں سوار ہوئے۔رن وے پر اس وقت تاریکی کا راج تھا لیکن فضا ساکت اور خوشگوار تھی۔جہاز تقریباً آدھے گھنٹے لیٹ تھا۔میری بائیں جانب ایک بزرگ بیٹھے تھے جبکہ دائیں جانب میں نے اپنی بیوی کو بٹھایا تھا۔جہاز نے ہولے ہولے سرکنا شروع کیا اور میں نے بھی تلبیہ پڑھ عمرے کی نیت کرلی۔طیارے کی فضا میں لبیک کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

لبیک اللھم لبیک،لبیک لاشریک لک لبیک،ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک۔

یہ تلبیہ پڑھتے ہی اپنے رب کے بلاوے پر بندہ اپنے مال و اسباب کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا ہے۔وہ کہہ رہا ہے:

اے رب میں حاضر ہوں،حاضر ہوں کہ تیرا کوئی شریک نہیں،تعریف تیرے ہی لئے،نعمت تیری ہی ہے اور تیری ہی بادشاہی ہے جس میں تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہ ترانہ پڑھتے ہوئے بندہ اپنی وفاداری کا اظہار کرکے،اپنا مورال بلند کرتا اور یقینی فتح کے نشے میں جھومتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں نکل چکا ہے۔وہ دشمن جو اس کا ازلی دشمن ہے جس نے اس

کے آباؤ اجداد کو جنت سے نکلوایا اور اب بھی اس کوشش میں مصروف ہے کہ اسے شکست دے سکے۔

پاکستان سے جانے والوں کے لئے فضا میں ہی نیت کرنا لازمی ہوتا ہے کیونکہ جہاز فضا ہی میں میقات پر سے گذر جاتا ہے۔ میقات وہ حرم کی حدود ہے جس سے احرام باندھنا اور اس کی نیت کرنا باہر سے آنے والوں کے ضروری ہوتا ہے۔

شیطان اور انسان

جہاز فضا میں بلند ہوتا گیا اور میرا ذہن ماضی کے دھندلکوں میں گم ہونے لگا۔ میں چشم تصور میں اس زمانے میں پہنچ گیا جب انسان کی تخلیق ہونے والی تھی۔ اللہ نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ زمین پر ایک ایسی ہستی کو بھیجنے والے ہیں جسے دنیا میں بھیج کر آزمایا جائے گا۔ اس فیصلے سے قبل اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام انسانی ارواح کو نکال کر اس آزمائش کے بارے میں بتایا اور ان کے سامنے ارادہ و اختیار کی امانت پیش کی جسے انسان نے برضا و رغبت قبول کرلیا۔ اس کے بعد اللہ نے اپنا تعارف کروایا اور اپنی توحید کا شعور انسان کی فطرت میں ودیعت کردیا۔ انسان کو یہ واضح طور پر بتادیا گیا کہ اس آزمائش میں اللہ کی وفاداری میں کامیابی کا نتیجہ جنت کی کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہیں جبکہ سرکشوں کا ٹھکانہ جہنم کے گڑھے ہیں۔

انسان تخلیق کرنے سے قبل اللہ نے دیگر مخلوقات کو بھی اپنے اس منصوبے سے آگاہ کیا۔ ان مخلوقات میں جنات اور فرشتے شامل تھے۔ فرشتوں نے اپنے خدشے کا اظہار کیا کہ اگر انسان کو ارادہ و اختیار دے کر دنیا میں بھیجا گیا تو یہ بڑا خون خرابا اور فساد برپا کرے گا۔ خدا نے جواب دیا:

"ہاں ایسا تو ہوگا لیکن انہی لوگوں میں انبیاء، شہداء، صدیقین اور نیک لوگ بھی پیدا ہونگے جو اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر میری وفاداری نبھائیں گے اور میرے لئے اپنی جان اور اپنا مال قربان کریں گے۔ یہ سیج انہی کے لئے سجائی جارہی ہے۔ باقی جو نافرمانوں کی گھاس پھونس ہے

اسے میں جہنم کے ایندھن کے طور پر استعمال کرونگا۔"

پھر اللہ نے اپنے ہاتھوں سے کھنکھناتی مٹی سے آدم کو تخلیق کیا اور فرشتوں حکم دیا کہ وہ سجدے میں گر جائیں ۔اس سجدے کا مطلب یہ تھا کہ انسان دنیا میں محدود معنوں میں بادشاہ اور حاکم کی حیثیت سے بنے گا۔یہ خدا کی مشیت کے مطابق اس دنیا میں مسکن بنائے گا، تمدن کی تعمیر کرے گا، کائنات مسخر کرے گا، اپنی مرضی سے خیر و شر کا انتخاب کرے گا اور آزمائش کے مراحل طے کر کے اپنی جنت یا دوزخ کا انتخاب کرے گا۔اس سارے عمل میں فرشتوں اور جنات کو انسان کے سامنے عمومی طور پر سرنگوں رہنا اور اس آزمائشی عمل میں روڑے اٹکانے سے گریز کرنا لازم ہوگا۔

سجدے کا حکم صرف فرشتوں ہی کے لئے نہیں تھا بلکہ ان کی مانند دیگر مخلوقات کے لئے بھی تھا جن میں جنات بھی شامل تھے۔انہی جنوں میں سے ایک جن عزازیل نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا۔سجدے سے انکار درحقیقت خدا کی اسکیم سے بغاوت کا اعلان تھا۔خدا نے جب شیطان سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہ کیا؟ ؟ تو اس نے کہا کہ میں اس انسان سے بہتر ہوں۔میں آگ اور یہ مٹی۔چنانچہ اللہ نے شیطان کو مردود بنا دیا۔لیکن شیطان جھک جانے کی بجائے اکڑ گیا اور وہ خدا کو چیلنج دے بیٹھا:

"اے خداوند! تیری عزت کی قسم! میں نچلا نہیں بیٹھنے والا۔میں اس انسان کو تجھ سے گمراہ کردوں گا، میں اس کی گفتگو، میل جول، لباس، تمدن وتہذیب غرض ہر راستے سے اس پر نقب لگاؤنگا تا کہ اسے تیری وفاداری و بندگی سے برگشتہ کردوں اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو گمراہ اور بھٹکا ہوا پائے گا۔بس تو مجھے قیامت کے دن تک کی مہلت دے دے"۔

شیطان نے یہ مہلت اس لئے مانگی تھی تا کہ وہ انسان کو منزل مقصود یعنی جنت تک نہ پہنچنے دے۔لیکن اللہ کو اپنے چنے ہوئے اور متقی بندوں پر اعتماد تھا اس لئے اللہ نے فرمایا:

"جا تجھے اجازت ہے۔ تو اپنے پیادے اور سوار سب لشکر لے آ۔ لیکن تیرا اختیار صرف دھوسے ڈالنے اور بہکانے کی حد تک ہے۔ پھر جس نے بھی تیری پیروی کی تو میں ان سب کو تیرے ساتھ جہنم میں ڈال دونگا جبکہ میرے چنے ہوئے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہ ہوگا"۔

اس چیلنج کے بعد اللہ نے حضرت آدم اور انکی بیوی کو جنت میں بسا دیا اور جنت کی تمام نعمتیں ان پر ظاہر کر دیں۔ بس ایک پابندی تھی کہ وہ ایک مخصوص درخت کا پھل نہیں کھائیں گے۔ لیکن شیطان نے انہیں ورغلایا کیونکہ وہ ان کا ازلی دشمن تھا۔ یہاں تک کہ اس نے انہیں اس درخت کا پھل کھانے پر مجبور کر دیا اور یوں وہ اللہ کی نافرمانی کے مرتکب ہو گئے۔ لیکن شیطانی رویے کے برعکس دونوں اللہ کے سامنے عجز و انکساری کا پیکر بن گئے اور رجوع کر لیا۔ چنانچہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔ اس کے بعد اللہ نے انہیں دنیا میں بھیجا اور ساتھ ہی یہ ہدایات بھی کیں:

"اے آدم، اس تجربے سے سبق حاصل کرنے کے بعد اب تم اپنی بیوی کے ساتھ زمین پر جاؤ اور ساتھ ہی یہ مردود شیطان بھی۔ تم دونوں ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ تمہیں ایک مقررہ مدت تک اسی زمین میں جینا اور یہیں مرنا ہے اور اسی زمین سے تم دوبارہ زندہ کر کے آخرت کی جوابدہی کے لئے اٹھائے جاؤ گے۔ بس اپنے اس ازلی دشمن ابلیس اور نفس امارہ سے بچ کر رہنا۔

میں نے تمہاری فطرت میں خیر اور شر کا بنیادی شعور رکھ دیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی میں نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہدایت کا بندوبست بھی کیا ہے۔ چنانچہ جس کسی کے پاس بھی یہ نور ہدایت پہنچے اور وہ اس کی پیروی کرے تو وہ شیطان کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔ یاد رکھو شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تمہارا گمان بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو چاہتا ہے کہ تمہیں فحاشی، خدا سے بغاوت، ظلم و عدوان اور فساد فی الارض کی زندگی میں ملوث

رکھے تاکہ تمہیں میری بندگی سے نکال کر لے جائے۔ پس جس نے میرا کہا مانا تو وہ میرا وفادار ہے اور جس نے اس کی بات مانی تو میری بندگی سے نکل گیا"۔

شیطان کا چیلنج اور حج

شیطان کا چیلنج آج بھی موجود ہے۔ وہ اور اس کے چیلے مصروف ہیں کہ کسی طرح انسان کو اس امتحان میں فیل کروا کے خدا کے انتخاب کو غلط ثابت کروا دیں۔ چنانچہ ہر دور میں شیطان نے انسان پر نقب لگائی اور اسے راہ راست سے بھٹکانے کی کوشش کی۔ شیطان کے ہتھکنڈے بڑے موثر نکلے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انسان کبھی شرک والحاد کی غلاظتوں میں لت پت ہوا تو کبھی مادہ پرستی سے دامن کو داغدار کیا۔ کبھی جنسی بے راہ روی کو اپنایا تو کبھی معاشی فساد کو پھیلایا۔

شیطانی سازشوں کے باوجود ہر دور میں خدا کے ایسے بندے ضرور موجود رہے جنہوں نے خود کو ان آلائشوں سے پاک رکھا لیکن اکثریت نے شیطان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنے نفس کو آلودہ کر دیا۔ اس آلودگی کو دور کرنے کے لئے اللہ نے انسان کے لئے کئی اہتمام کئے۔ ایک طرف تو اس نے انسان کے اندر نفس لوامہ یعنی ضمیر میں خیر وشر کا شعور رکھ دیا تاکہ اس کے نفس پر جب بھی غلاظت کا چھینٹا پڑے تو اسے احساس ہو جائے اور وہ توبہ کے ذریعے دوبارہ اسے پاک کر لے۔ دوسری جانب اس نے وحی کا سلسلہ روز اول ہی سے شروع کر دیا تاکہ انسان کو خیر وشر کے تعین میں جو ٹھوکر لگ سکتی تھی اس سے بچایا جا سکے۔ اس عظیم الشان اہتمام کے باوجود انسان کا نفس آلودگی کا شکار ہوتا رہا۔ چنانچہ عبادات کا ایک جامع تربیتی نظام مرتب کیا تاکہ ان آلائشوں سے پاکی اختیار کی جا سکے۔ حج انہی عبادات میں سے ایک اہم عبادت ہے۔

جدہ ائیر پورٹ

بالآخر جدہ ائیر پورٹ آ گیا۔ اس وقت وہاں فجر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ چنانچہ لاؤنج ہی

میں فجر ادا کی ۔وہاں فلو کی ویکسی نیشن بھی ہوئی ۔امیگریشن کے مراحل ڈیڑھ گھنٹے ہی میں طے ہوگئے پھر کچھ دیر بعد ہی ہمیں پاکستان کے کیمپ میں بٹھا دیا گیا جہاں سے مکہ روانگی تھی ۔اس دوران پہلی مرتبہ سعودی باشندوں کو دیکھا۔ابتدا میں انکی باڈی لینگویج خاصی جارحانہ لگی لیکن بعد میں احساس ہوا کہ میرا یہ احساس غلط تھا اور یہ ان کا فطری انداز تھا۔

موجودہ سعودی عرب کی بنیاد عبدالعزیز بن سعود نے سن ۱۹۳۲عیسوی میں رکھی ۔اس کی ابتدا سن ۱۷۴۷میں ہوچکی تھی جب محمد بن سعود نے ایک اسلامی اسکالر عبدالوہاب کے ساتھ اشتراک قائم کیا۔ابتدا میں سعودی عرب ایک غریب ملک تھا لیکن ۱۹۳۸میں تیل کے ذخائر دریافت ہونے کے بعد اس ملک کی قسمت بدل گئی ۔آج سعودی عرب کا شمار امیر ملکوں کی فہرست میں ہوتا ہے ۔یہاں کا سیاسی نظام بادشاہت پر قائم ہے اور کسی بھی قسم کی سیاسی سرگرمی کی یہاں کوئی اجازت نہیں ۔

مکہ روانگی

تقریباً تین سے چار گھنٹے کے بعد مکتب کی بس آئی جب اس میں سوار ہوئے تو ہم سے پاسپورٹ لے لیا گیا اور ہمیں بتایا گیا کہ اب واپس جاتے وقت ہی ہمیں پاسپورٹ ملیں گے۔بس جب مکہ میں داخل ہونے لگی تو ایک عجیب سی کیفیت عود آئی ۔میں سوچنے لگا کہ یہ وہی مقدس مکہ ہے جہاں خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ،جہاں خدا کا کلام نازل ہوا، جہاں جبریل امین نے قدم رنجا فرمایا، جہاں معراج کا واقعہ ہوا، جہاں کفر و اسلام کی جنگ لڑی گئی ۔یہ وہی مکہ ہے جہاں انسانوں کے لئے عبادت کا پہلا گھر تعمیر کیا گیا، جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیوی اور بچے کو خدا کے حکم سے بسایا، جہاں حضرت حاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سعی کر کے صفا مروہ کو امر کر دیا، جہاں اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی کی داستان رقم کی گئی ۔

جدہ سے مکہ قریب دو گھنٹے میں پہنچے اس وقت وہاں کے وقت کے مطابق بارہ بج رہے تھے۔وہاں حج مرکز میں رجسٹریشن ہوئی۔ مرکز میں بس کھڑی ہوئی تھی۔رجسٹریشن کے بعد بس اگلی منزل روانہ ہوئی جو معلم کا دفتر تھا۔یہاں رجسٹریشن ہونے کے بعد سوئے حرم چلے۔ہوٹل پہنچتے پہنچتے ڈیڑھ گھنٹا مزید لگ گیا۔

ہوٹل کا نام السرایا ایمان تھا اور یہ ہوٹل حرم سے پانچ منٹ کی واک پر تھی۔ مجھے کمرہ چودھویں فلور پر دیا گیا جس میں میرے ساتھ دو نوجوان دانش اور یاسر تھے۔میری بیوی کا فلور تیرھواں تھا۔جب ہم ہوٹل پہنچے تو اس وقت سعودی وقت کے مطابق ساڑھے تین بج رہے تھے۔ ہوٹل پہنچ کر تھکن سے چور ہو چکے تھے چنانچہ ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور بستر پر ڈھیر ہو کر یاسر کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی پلاننگ کرنے لگے۔ دونوں کا کہنا تھا کہ کعبہ پر پہلی نظر پڑے تو جو دعا مانگو قبول ہو جاتی ہے۔لیکن محدثین اس روایت کو ضعیف مانتے ہیں۔

عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے میں دانش اور یاسر کے ساتھ مسجد الحرام جانب نکلا لیکن تاخیر سے پہنچنے کی بنا پر پہلی رکعت رہ گئی اور مسجد الحرام کے باہر ہی جگہ ملی۔نماز کی امامت میرے فیورٹ قاری الشریم کر رہے تھے۔ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں اور ابھی کوئی مجھے جگا دیگا۔لیکن وہ ایک حقیقت تھی۔

نماز ختم ہونے کے بعد پہلی مرتبہ مسجد الحرام کو غور سے دیکھا۔میں اس وقت باب عزیز کے سامنے کھڑا تھا۔میں نے ارد گرد نگاہ ڈالی تو علم ہوا کہ یاسر اور دانش جدا ہو چکے ہیں۔اب مجھے تن تنہا مسجد میں داخل ہو کر عمرہ کرنا تھا۔میں باب عزیز کے سامنے کھڑا ہو کر لوگوں کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔لیکن جب دس منٹ تک بھی نکلنے والے لوگوں کی تعداد میں کوئی کمی نہ ہوئی تو پھر بائیں جانب ایک ذیلی دروازے سے داخل ہونے کی ٹھانی۔دروازے سے داخل ہوا تو سمت بھول گیا کہ کعبہ کس

جانب ہے۔سوچا کسی سے پوچھ لوں۔لیکن پھر شرم آئی کہ کوئی کیا کہے گا کہ اسے کعبہ کا علم نہیں ہے۔ بہر حال اندازے سے دائیں جانب چلنے لگا۔جب تھوڑا سا آگے چلا تو سامنے کعبہ موجود تھا۔

بیت اللہ

سامنے بیت اللہ اپنی پوری آب وتاب سے سیاہ غلاف میں ملبوس موجود تھا۔اس وقت پورا ماحول دودھیا روشنی سے منور تھا اوراس کے ساتھ ہی خدا کی رحمت کا نور بیت اللہ کو چار چاند لگائے دے رہا تھا۔وہ خانہ کعبہ جس کی سمت ہمیشہ سجدے کئے وہ آج بالکل سامنے تھا۔اس سے پہلے کعبہ ٹی وی پر یا تصویروں میں دیکھا تھا لیکن وہ دیکھنا کوئی دیکھنا نہ تھا۔آج کے دیدار کی تو بات ہی کچھ اور تھی۔

کعبہ کا سیاہ غلاف ہیبت الٰہی کی عکاسی کرر ہا تھا۔یہ کعبہ قدرت الٰہی کی تمام صفات کو خاموش زبان میں بیان کرہا تھا۔یہ کہہ رہا تھا کہ خدا بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، ان کے جیسا رعب، وجاہت، قہاری، عظمت، بزرگی، بڑائی، جلال اور شان وشوکت کسی کے پاس نہیں۔وہ ایک عزت والی، زبردست، صاحب قوت واختیار، غالب اور قادر ہستی ہیں۔وہ ملکیت رکھنے والے، آقا، حاکم، بااختیار، قابض اور متصرف ہیں۔وہ ایسی قدرت مطلق کے حامل ہیں کہ کسی سرکش، بڑے سے بڑے قوی اور باجبروت کا ناپاک ہاتھ انکی عظمت اور طاقت کی بلندی کو چھو بھی نہیں سکتا۔

میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان پر دعائیں۔ساتھ ہی خدا کا شکر گذار تھا کہ اس نے آج ان گناہ گار آنکھوں کو وہ گھر دکھایا جسے ابراہیم ،اسماعیل اور نبی کریم علیہم السلام نے دیکھا۔

طواف

میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے مطاف میں داخل ہوا۔وہاں خلاف توقع رش کم تھا۔کچھ دور چلنے کے بعد سبز لائٹ کی سیدھ میں آ گیا۔اب حجر اسود میرے بائیں جانب تھا۔یہاں حجر اسود کو استلام کیا یعنی اس کی جانب ہاتھ کا اشارہ کیا۔یہ درحقیقت اپنا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دینے کی

تعبیر تھی۔ یہ اللہ سے بیعت اور عہد کرنے کا انداز تھا، یہ تجدید عہد کا اظہار تھا۔ یہ اپنی خواہشات، رغبات، شہوات، مفادات اور تعصبات کو خدا کی رضا اور اس کے حکم پر قربان کرنے کا وعدہ تھا۔

طواف کی حقیقت یہ ہے کہ قدیم زمانے سے روایت تھی کہ قربانی کے جانور کو معبد (عبادت گاہ) کے گرد پھیرے دلوائے جاتے تھے جس سے معبد کی عظمت اظہار اور قربانی کے ثمرات کا حصول مقصود ہوتا تھا۔ طواف اسی روایت کا علامتی اظہار ہے۔

میں نے طواف کا آغاز کیا۔ اس دوران مقام ابراہیم کو قریب سے دیکھا اور کعبہ کا بغور مشاہدہ کیا۔ ان سات چکروں میں کوئی مخصوص دعا نہیں، کوئی بھی دعا مانگ سکتے اور کسی بھی زبان میں مانگ سکتے ہیں۔ لیکن میں نے کچھ لوگوں کو مطاف میں دیکھا کہ وہ طواف کے دوران دعاؤں کی کتاب ہاتھ میں لئے طواف کر رہے تھے۔ جبکہ کچھ لوگ کورس کی شکل میں دعائیں پڑھ رہے تھے۔ اس سے طواف کا حسن اور روح برباد ہو رہی تھی۔ طواف تو خاموشی سے اللہ سے لو لگانے، اس کی مناجات کرنے اور اس کی بڑائی بیان کرنے کا نام ہے۔ یہ اپنی جان کا نذرانہ خدا کے حضور پیش کرنے کا علامتی اظہار ہے۔ لیکن ہمارے بھائی عام طور پر اس فلسفے سے ناواقف ہوتے ہیں اور ظاہر پرستی کی تعلیم نے انہیں اتنا الجھا دیا ہوتا ہے کہ وہ ان اعمال کی روح بالکل کھو بیٹھتے ہیں۔

طواف مکمل کرنے کے بعد دو رکعت نماز ادا کی۔ اکثر لوگ مقام ابراہیم کے پاس ہی نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں جس سے نماز پڑھنے والوں کو شدید تکلیف ہوتی ہے۔ کسی کو تکلیف دینا یوں تو ویسے ہی حرام ہے لیکن حرم میں یہ حرمت اور بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ بہتر یہ ہے کہ ایسی جگہ نوافل ادا کئے جائیں جہاں لوگوں کے طواف میں رکاوٹ نہ ہو۔ اسی طرح کچھ لوگ حجر اسود اور ملتزم یعنی بیت اللہ کی چوکھٹ کو پکڑنے کے چکر میں لوگوں کو دھکا دیتے اور انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ حجر اسود کو بوسہ دینا ایک نفلی عمل ہے اور ایک نفل کے حصول کے لئے لوگوں کو اذیت دینے جیسا کام کرنا گناہ کا باعث ہے۔

سعی

اس کے بعد اگلا مرحلہ سعی کرنے کا تھا۔ سعی کے لغوی معنی کوشش کے ہیں۔ مسلمانوں کی معروف روایات کے مطابق سعی حضرت حاجرہ علیہا اسلام کی اضطرابی کیفیت کی نقالی ہے جوانہوں نے پانی کی تلاش میں صفااور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑ کر کی۔ لیکن کچھ اور علماء کی تحقیق کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسمٰعیل علیہ اسلام کو قربان کرنے کے لئے صفا پر پہنچ کر آگے بڑھے تو شیطان نے حکم عدولی کے لئے وسوسہ ڈالا۔ اس وسوسے کے برخلاف وہ حکم کی تعمیل کے لئے تیزی سے دوڑے اور مروہ پر پہنچ کر لختِ جگر خدا کے قدموں میں ڈال دیا۔ بہر حال سعی شیطان کی ترغیب سے بھاگنے اور خدا کی رضا کی جانب دوڑنے کا نام ہے۔

حلق اور غلامی

سعی کے بعد میں باب فتح سے باہر آیا اور لوگوں سے حجام کے بارے میں دریافت کیا۔ قریب ہی بڑی تعداد میں حجاموں کی دوکانیں تھیں۔ ایک دوکان میں داخل ہوا۔ وہ پانچ ریال میں حلق کر رہے تھے۔ بال کٹوانے کے دو آپشن شریعت میں موجود ہیں۔ یا تو پورا سر منڈوایا جائے جسے حلق کہتے ہیں اور یا پھر کچھ بال کٹوا لئے جائیں جو قصر کہلاتا ہے۔ حلق کا فلسفہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں جب لوگوں کو غلام بنایا جاتا تو انکا سر مونڈ دیا جاتا تھا جو اس بات کی تعبیر ہوتی کہ یہ کسی کا غلام ہے۔ حاجی علامتی طور پر غلامی کے لوازمات پورے کرتا ہے لہٰذا یہ بھی اپنا سر منڈا کر خدا کی غلامی کی تجدید کرتا اور ہمیشہ اسی کا وفادار رہنے کا عہد کرتا ہے کہ وہ ہر سرد و گرم، دھوپ چھاؤں، فقر و امارت، تنگی و آسانی پر راضی رہے گا کیونکہ وفادار غلاموں کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کروانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور قصر کروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا فرمائی۔ چنانچہ میں نے زیادہ فضیلت والے

عمل کو فوقیت دی۔ شعور کی عمر تک پہنچنے کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب میں گنجا ہوا۔ لیکن اللہ کی غلامی کا احساس اتنا شدید تھا کہ یہ عمل بھی پر لطف معلوم ہونے لگا۔

یہاں سے واپس ہوٹل کی راہ لی۔ یہ ہوٹل حرم سے صرف ۳۰۰ میٹر کے فاصلے پر اجیاد روڈ پر واقع تھا۔ وہاں پہنچ کر غسل کیا اور احرام اتارا۔ یوں احرام پہننے سے لے کر اتارنے تک کے عمل میں پورے چوبیس گھنٹے لگے۔ اب عمرہ پورا ہو چکا اور احرام کی پابندیاں ختم ہو چکی تھیں۔ لیکن مجھے اس بات کا احساس تھا کہ میں حدود حرم میں ہوں۔ حدود حرم میقات کے اندر موجود رقبے کو کہتے ہیں۔ حرم کا مطلب ہے حرمت والی جگہ۔ یہ حدود حرم بادشاہ سے قربت کی علامت ہے۔ جب ایک شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے تو اس کا پورا وجود انتہائی ادب اور احترام کی تصویر پیش کرتا ہے۔ نگاہیں نیچی، اعضا ساکن، ہاتھ بندھے ہوئے اور چہرے پر سنجیدگی۔ گویا ہر عضو یہ کہہ رہا ہے کہ سرکار میں آپ کا تابعدار اور وفادار ہوں۔ اس دربار میں اونچی آواز بھی گستاخی سمجھی جاتی اور معمولی غلطی بھی کڑی سزا کا پیغام بن جاتی ہے۔

مکہ کا حرم بادشاہوں کے بادشاہ کا دربار ہے۔ اس دربار کا اپنا پروٹوکول ہے۔ یہاں لمحوں کی غلطی ابدی سزا کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔ اس دربار میں معصیت بدرجہء اولی حرام ہو جاتی اور کچھ جائز امور پر اضافی پابندی لگ جاتی ہے۔ مثلاً یہاں حکم ہے کہ ادب پیش نظر رہے، خیالات پاکیزہ ہوں، کسی جاندار کو نہ مارا جائے، کسی پتے یا گھاس کو نہیں توڑا جائے اور کسی کو ایذا نہ پہنچائی جائے۔

شیطانی مشن

عمرے کی ادائیگی کے بعد میں ہوٹل پہنچا۔ تھکن کافی ہو چکی تھی جس کی بنا پر نیند آ جانا چاہئے تھی۔ لیکن نئی جگہ کے باعث نیند نہیں آ رہی تھی۔ چنانچہ میری سوتی جاگتی آنکھوں میں وہی منظر آنے لگا جب شیطان نے چیلنج دیا تھا کہ میں انسان کے دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے غرض ہر

جگہ سے آؤں گا اور اسے جنت کے راستے سے بھٹکا کر جہنم کے دہانے تک لے جاؤں گا۔ میں نے غور کیا تو علم ہوا کہ شیطان نے بڑی عیاری سے انسان کے گرد اپنے فریب کا جال بنا اور اکثریت کو راہ راست سے دور لے جانے میں کامیاب ہوگیا۔

اس نے پہلا وار تو حضرت آدم و حوا علیہما السلام پر کیا اور انہیں جنت سے نکلوانے میں کامیاب ہوگیا۔ دوسری کاری ضرب حضرت آدم کے بیٹے قابیل پر لگائی اور اسے حسد اور مادہ پرستی کی راہ پر ڈال کر اپنے ہی بھائی کے قتل پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد اس نے انسان کا پیچھا نہ چھوڑا اور تواتر سے اپنی سازشوں کا دائرہ وسیع کرتا گیا۔ قوم نوح کو شرک کی گمراہیوں میں اس طرح الجھایا کہ وہ مرتے مر گئے لیکن خدا کی توحید پر ایمان نہ لائے۔ شرک کی گمراہیوں میں تو اس نے ہر قوم کو الجھایا لیکن اس کے ساتھ کئی دوسرے پہلوؤں سے لوگوں کو خدا سے دور کرتا رہا۔ اس نے کبھی تو قوم عاد، قوم ہود قوم ثمود اور قوم شعیب کو مادہ پرستی، جھوٹی شان و شوکت، انکار آخرت، لوٹ مار اور قتل و غارت جیسے گناہوں میں الجھادیا تو کہیں قوم لوط کو جنسی بے راہ روی کی پست ترین سطح میں ملوث کردیا۔ لیکن یہ سب کام کرنے پر اسے انسان پر کوئی اختیار نہ تھا۔ اس نے تو بس انسان کو دعوت دی اور لوگوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہہ کر خود کو طاغوت کے سپرد کردیا۔ شیطان کی کارستانیوں اور نفس کے جھانسوں کے سبب کئی قومیں طاغوت کی بندگی میں داخل ہوئیں اور بے شمار انسانوں نے اپنے نفس کو آلودہ کر کے خود کو جہنم کا مستحق بنالیا۔

دوسری جانب شیطان کے مقابلے میں خدا کا فرمان اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود تھا کہ میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ چنانچہ شیطان کو ہر دور میں خدا کے چنے ہوئے بندوں نے شکست فاش سے دوچار کیا۔ اگر قابیل نے شیطان کی دعوت پر لبیک کہا تو ہابیل نے تقویٰ کا پیکر بن کر خدا کی راہ میں جان دے ڈالی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے

مخالفین کی سختیاں برداشت کیں اور بیٹے کو قربان کردیا لیکن خدا کی راہ نہ چھوڑی۔ حضرت صالح، ہود، شعیب اور لوط علیہم السلام نے مشکلات، جبر و تشدد اور شدید مخالفت کے باوجود خدا کی بندگی کا قلادہ نہ اتارا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں کودنا گوارا کرلیا لیکن صراط مستقیم پر قائم رہے۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام تنہا فرعون کے ظلم و ستم برداشت کرتے رہے لیکن ان کے قدموں میں لغزش نہ ہوئی۔ حضرت زکریا کو آرے سے چیر دیا گیا اور حضرت یحیٰ کا سر رقاصہ کی فرمائش تھال پر رکھ کر پیش کیا گیا لیکن وہ کلمہ حق سے دستبردار نہ ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کے الزامات سہے اور ان کی تمام سازشیں جھیلیں لیکن خدا کا پیغام پہنچاتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی سختیاں جھیلیں، طائف میں پتھر کھائے، جنگوں میں سختیوں سے گذرے لیکن کبھی کوئی شکایت کا حرف بھی زبان پر نہ لائے۔

ان پیغمبروں کے علاوہ ان کے ماننے والے بھی ہر دور میں طاغوت کو شکست دینے کے لئے کھڑے رہے۔ گوکہ یہ سب تعداد میں کم تھے لیکن شیطان کی ناک رگڑنے کے لئے کافی تھے۔

یہ کشمکش آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ آج بھی شیطان نے انسان کو اپنے جال میں جکڑا ہوا ہے اور ہر طرف سے اس کی یلغار جاری ہے۔ ماضی کی تمام برائیاں آج وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہیں۔ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار الحاد کا ہے جس میں اس نے ڈارونزم، کمیونزم اور مادہ پرستی جیسے فلسفوں کے ذریعے خدا کے وجود کے بارے میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسری جانب آج کے ماڈرن اور سائنسی دور میں بھی لوگوں کو بت پرستی اور شرک کے دیگر مظاہر میں الجھا رکھا ہے۔ ابلیس کا تیسرا جال آخرت سے غفلت کا ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کو مادہ پرستی، نفسانی خواہشات کی تکمیل اور مفاد پرستی کی جانب لانے میں کامیاب رہا ہے۔ اس کا ایک اور طریقہ واردات ماڈرنزم کا ہے جس کی بنا پر اس نے حیا کو ایک فرسودہ روایت اور عریانی کو ایک جدید

اوراعلیٰ قدر کے طور پر پیش کرنے کی سعی کی ہے۔اس کی بنا پر زنا، ہم جنس پرستی، فحش تصاویر، جنسی فلمیں اورعریاں ادب عام ہو چکے ہیں۔ معیشت کے میدان میں شیطان نے لوگوں کو سرمائے کا غلام بنادیا کہ صبح سے رات تک غلاموں کی طرح کام کرتے رہتے اور اگلے دن دوبارہ کولہو کے بیل کی طرح اس لامتناہی مشقت میں مصروف ہوجاتے ہیں۔افسوس ناک بات یہ ہے کہ شیطان نے انسان کو صرف دعوت دی باقی اس دعوت پر لبیک انسان نے خود کہا اور طاغوتی قوتوں کا ساتھی بن گیا۔

شیطان کی اس عظیم یلغار کے باوجود اللہ نے انسانیت کی راہنمائی کا بہترین اہتمام کر رکھا ہے۔ چنانچہ آج دنیا کے کسی بھی خطے میں انسان موجود ہو وہ برائی کو برائی ہی مانتا ہے اور جب بھی وہ کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا ضمیر اس پر اسے ملامت کرتا ور معاشرہ بحیثیت مجموعی اسے ٹوکتا ہے۔چنانچہ آج بھی خدا کے وجود کا انکار کرنے والے اقلیت میں ہیں۔آج بھی حیا کو ایک اعلیٰ اخلاقی قدر مانا جاتا اور اس کی خلاف ورزی کو برا سمجھا جاتا ہے۔ دوسری جانب شرک کو بھی چند کمزور قسم کے دلائل سے سہارا دینے کی کوشش کی جاتی ہے جسے سائنس کی دریافتیں آہستہ آہستہ رد کر رہی ہیں۔لہٰذا ایسا نہیں کہ شیطان نے دنیا پر قبضہ کرلیا ہے۔خدا کی ہدایت آج بھی فطرت اور وحی کی صورت میں موجود ہے اور آج بھی اس شورش زدہ ماحول میں خدا کے مخصوص بندوں نے اپنے نفس کو آلودگی سے پاک رکھا ہوا ہے۔اب یہ لوگوں کا اختیار ہے کہ وہ ابلیس کی پکار پر لپکتے ہیں یا رحمٰن کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔

مسجدالحرام

اگلا دن جمعہ کا تھا۔لوگوں نے بتایا تھا کہ جمعہ کے دن مسجدالحرام میں جگہ مشکل سے ملتی ہے۔چنانچہ میں صبح دس بجے ہی مسجد پہنچ گیا۔ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں سے کعبہ بالکل سامنے تھا۔وہاں مسجدالحرام کے درودیوار کا بغور جائزہ لینے لگا۔ مسجد کی چھت، دیواریں، فانوس اور بلندو بالا ستون آرٹ کا بہترین نمونہ تھے۔مسجدالحرام کا موجودہ رقبہ ۸۸ا ایکڑ سے زائد

ہے۔میرے سامنے بیت اللہ تھا۔اسے دیکھ کر مجھے مکہ کی تاریخ یاد آنے لگی۔

مکہ کا پرانا نام بکہ ہے۔خانہ ء کعبہ وہ پہلا گھر ہے جسے اللہ نے عبادت کے لئے خاص کیا۔ اس کی تاریخ کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو اس وادی میں بسا کر کی۔بعد میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے اللہ کے حکم سے کعبہ کی تعمیرِ نو کی۔ایک تحقیق کے مطابق یہودیوں کا بھی یہی قبلہ تھا اور بیت المقدس کا رخ کعبہ کی طرف ہی تھا۔بعد میں یہودیوں نے تحریف کر کے کعبے کا ذکر ہی بائبل سے غائب کر دیا۔ اگر پیغمبروں کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اسے تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔پہلا دور حضرت آدم سے حضرت نوح علیہ السلام کا ہے۔اس دور میں پیغمبر براہ راست قوم سے مخاطب ہوتا اور اسے انذار وتبشیر کرتا تھا۔اگر قوم انکار کر دیتی تھی تو ایک مخصوص مدت کے بعد ان پر موت کی سزا نافذ ہو جاتی تھی اس قانون کو قانون دینونت کہا جاتا ہے۔دوسرا دور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے جس میں پیغمبر ایک ہی نسل میں پیدا ہوتے رہے اور ساتھ ہی ان میں سے کچھ پیغمبروں کو کتاب بھی دی گئی۔اس دور میں بھی رسولوں کو بھیج کر قانون دینونت کا اطلاق کیا گیا جبکہ رسولوں کے علاوہ نبی بھی بھیجے گئے۔

تیسرا دور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے جس میں ایک کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت کو رہتی دنیا کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا دیا گیا۔اس تیسرے دور کے آغاز کے لئے اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی انتظام کیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے پہلوٹھے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک غیر آباد لیکن مقدس وادی میں بسایا۔اس کا مقصد ایک ایسی قوم کو پیدا کرنا تھا جو حامل کتاب بن کر دنیا کو ابدی ہدایت کا راستہ دکھا سکے۔حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اللہ کے اس فیصلے پر سر تسلیم خم کیا اور ایک عظیم قربانی کے

لئے تیار ہوگئیں ۔حضرت حاجرہ علیہا السلام کے رہائش پذیر ہو جانے کے بعد قبیلہ جرہم اور ارد گرد کے دیگر قبائل بھی کعبہ کے گرد آباد ہو گئے ۔امام حمید الدین فراہی کی تحقیق کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت حاجرہ علیہا السلام ہی کے ساتھ قیام کیا جبکہ وہ کبھی کبھی فلسطین حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس چلے جایا کرتے تھے ۔

جب حضرت اسمٰعیل بڑے ہوئے تو خواب میں حضرت ابراہیم کو اشارہ ملا کہ وہ اپنے اکلوتے فرزند کو ذبح کریں ۔آپ نے حضرت اسماعیل کی رائے دریافت کی تو انہوں نے سر تسلیم خم کردیا، چنانچہ آپ حکم کی تکمیل کے لئے مقررہ مقام پر پہنچے تو اس وقت اللہ نے ایک دنبہ بھیج دیا اور حضرت اسماعیل کو ذبح ہونے سے بچالیا۔

اس کے کچھ عرصے بعد حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہا السلام نے کعبہ کی تعمیر کی ۔ یہ معلوم تارخ میں کعبہ کی پہلی تعمیر تھی جو ۲۱۳۰ قبل مسیح میں عمل میں آئی ۔ حضرت ابراہیمؑ ہی کی دعا کی بنا پر مکہ کو رزق میں انتہائی برکت عطا کی گئی ۔پھر مکہ کو حرم بنا دیا گیا جس میں لڑائی جھگڑا، ایذا رسانی، قتل یہاں تک کہ کسی جاندار کو اذیت پہنچانا حرام قرار دے دیا گیا۔اس کے بعد آپ کو حکم ہوا کہ لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے حج کی منادی کی ۔چنانچہ یہ حج اس وقت سے آج تک مکہ میں ہو رہا ہے ۔بیت اللہ کی یہ اہمیت صرف بنی اسمٰعیل (حضرت اسماعیل کی اولاد) کے لئے ہی نہیں تھی بلکہ یہ بنی اسرائیل (حضرت یعقوب و اسحاق کی اولاد) کے لئے بھی تھی ۔چنانچہ ایک تحقیق کے مطابق یہود کو بھی قربانی اور عبادات کے وقت اپنا رخ بیت اللہ کی جانب ہی رکھنے کا حکم تھا اور بیت المقدس کا رخ بھی کعبہ ہی کی جانب رکھا گیا۔

حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہا السلام کی تعمیر کے بعد کعبہ دوبارہ قریش کے دور میں تعمیر ہوا۔ اس وقت کعبہ کی حالت کافی خستہ تھی۔ البتہ قریش کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کعبہ کی تعمیر میں

صرف حلال رقم ہی خرچ کریں گے۔ چنانچہ رقم کم پڑ جانے کے باعث ایک حصہ کو کعبہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہ حصہ آج بھی موجود ہے جسے حطیم کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس نے حطیم میں نماز پڑھی اس نے گویا کعبہ کے اندر نماز پڑھی۔

کعبہ کی اگلی تعمیر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ۶۸۳ عیسوی میں کی جب یزید کی افواج نے خانہ کعبہ کو نقصان پہنچایا۔ اس تعمیر میں حطیم کو کعبہ کے اندر شامل کر دیا گیا۔ بعد ازاں ۶۹۳ عیسوی میں عبدالملک بن مروان نے کعبہ کو ڈھا کر دوبارہ قریش کی طرز پر شامل کر دیا اور حطیم کو کعبہ سے باہر کر دیا۔ موجودہ کعبہ آج تک اسی تعمیر پر قائم ہے۔ قدیم کعبہ چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا لیکن آج یہ بلند و بالا عمارتوں کے نرغے میں ہے۔ ایک جانب مکہ اور زم زم ٹاور ہے تو دوسری جانب سعودی محلات موجود ہیں۔

حرم میں لڑائی

میں ابھی بیٹھا جمعہ کی نماز کا انتظار ہی کر رہا تھا کہ اچانک دو آدمی جگہ پر لڑ پڑے۔ اتفاق سے وہ دونوں پاکستانی تھے۔ میرے لئے یہ بات ناقابل یقین تھی کہ کوئی عین کعبہ کے سامنے بھی لڑ سکتا ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ لوگ لاکھوں روپے خرچ کر کے اور اپنا گھر بار چھوڑ کر اللہ کی رہ میں حج کرنے آتے ہیں لیکن انہیں حج کا مقصد ہی معلوم نہیں ہوتا۔ اس کی بنیادی وجہ مسلمانوں کی مناسب تربیت نہ ہونا ہے۔ اکثر علماء نے اسلام کو ظاہری عبادات اور رسومات کا ایک ڈھانچہ بنا کر ہی لوگوں کے سامنے پیش کیا اور عام طور پر اسی کی تبلیغ کی۔ انہوں نے اخلاقیات پر بہت زیادہ زور نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان عام طور پر اخلاقی گراوٹ کا شکار ہیں۔

بالآخر امام صاحب نے جمعہ خطبہ دیا جس میں زیادہ تر عمومی ہدایات تھیں۔ نماز اول وقت میں ادا کی گئی اور نماز کے بعد کوئی اجتماعی دعا نہیں مانگی گئی۔ سعودی علماء اور عوام حنبلی مسلک سے

تعلق رکھتے ہیں۔ سعودی حکومت کے قیام سے قبل حرم میں چار مصلے ہوتے تھے جس کی ابتدا کافی پہلے ہوئی تھی۔ ہر مسلک کی جماعت الگ ہوتی تھی جن میں سب سے پہلے حنبلی مسلک کی جماعت ہوتی تھی۔ بعد میں یہ مصلیٰ ایک ہی کر دیا گیا۔

حنبلی مسلک میں جماعت بالکل ابتدائی وقت میں ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر ظہر کا وقت بارہ بج کر نو منٹ پر شروع ہو تو اسی وقت اذان دے دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حرم میں نماز کے اوقات ہر دوسرے دن تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ حنبلی مسلک میں عصر کی نماز کا وقت بھی جلدی شروع ہوتا ہے۔ بلکہ حنفی مسلک کو چھوڑ کر تمام مسالک میں عصر کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سایہ ایک مثل یعنی اپنے قد کے برابر ہو جائے۔ پاکستان اور انڈیا کی اکثریت چونکہ حنفی مسلک سے تعلق رکھتی ہے اس لئے وہ خاصے تشویش میں ہوتے ہیں۔ لیکن احناف کے علماء کا فتویٰ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینے سے اول وقت میں بھی جماعت ہو جاتی ہے۔

طریق طریق

نماز ادا کرنے کے بعد میں نے طواف شروع کیا۔ یہ میرا دوسرا طواف تھا۔ طواف اصل میں ایک قسم کی نماز ہی ہے لیکن یہ نماز صرف کعبہ کے گرد ہی ہو سکتی ہے البتہ اس میں ضرورت کے وقت بات چیت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ طواف کے دوران میں نے کچھ لوگوں کو احرام کی حالت میں بھاگتے ہوئے دیکھا۔ یہ رمل کہلاتا ہے۔ اس کی تاریخ یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے اگلے سال مسلمان عمرہ ادا کرنے مکہ آئے تو قریش کی عورتوں نے مسلمانوں پر طنز کیا کہ یہ تو مدینے میں رہ کر کمزور ہو گئے ہیں۔ اس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم لوگ اپنے پنجوں کے بل اکڑ کر تیز تیز چلو تا کہ دیکھنے والوں کو رعب اور طاقت کا احساس ہو۔ یہ رمل آج بھی سنت کے طور پر پہلے تین چکروں میں کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس سے کسی کو تکلیف ہو تو یہ ممنوع ہے۔

مسجد الحرام میں تقریباً ہر نماز میں جنازے لائے جاتے تھے۔ جنازہ کے بعد لوگ تیزی سے جنازہ اٹھا کر باہر کی جانب لے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ طریق طریق بولتے جاتے تھے یعنی راستہ راستہ۔ پاکستانی حاجیوں کو عربی آئے یا نہ آئے لیکن وہ طریق طریق ضرور سیکھ لیتے ہیں۔

الرحیق المختوم

میری ہوٹل کافی آرام دہ تھی۔ میں اپنے ساتھ مولانا صفی مبارک پوری کی سیرت النبی کی معرکۃ الآراء کتاب الرحیق المختوم بھی ساتھ لے گیا تھا۔ یہ کتاب میں نے اس سے قبل پڑھی ہوئی تھی لیکن مکہ میں پڑھنے کا لطف ہی کچھ اور تھا۔ جب میں نے اسے پڑھنا شروع کیا تو یوں لگا کہ میں چودہ سو سال قبل کے دور میں پہنچ چکا ہوں۔ آج وہ گلیاں اور محلے تو موجود نہ تھے لیکن اس کے آثار ضرور موجود تھے۔ یہ مکہ کے پہاڑ گواہ تھے اس تاریخ کے جو یہاں پر رقم ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے قبل کی زندگی، آپ کا صادق و امین کا لقب پانا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت کی غرض سے لے کر جانا اور پھر آپ ﷺ کا حضرت خدیجہ سے نکاح کرنا۔ پھر آپ کا غار حرا میں یکسوئی کے لئے جانا اور فرشتے کا پہلی وحی لے کر آنا۔ وہ آپ کا قریش کو دعوت دینا اور پھر ان کے ظلم و ستم برداشت کرنا۔ وہ آپ کے چچا ابو طالب کا آپ کو سپورٹ کرنا، شعبہ بن ابی طالب میں ڈھائی سال تک مقاطعہ برداشت کرنا۔ وہ طائف کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دینا اور پھر ان کا توہین آمیز سلوک جھیلنا۔ یہ سب واقعات میرے ذہن میں ایک فلم کے مناظر کی طرح چل رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل ایک نئے دور کا پیش خیمہ تھی۔ آپ کی بعثت کے ساتھ ہی آخری مرتبہ خدائی عدالت دنیا میں لگی تھی۔ اس سے قبل کئی رسولوں کو دنیا میں بھیجا جا چکا تھا اور ان رسولوں کے انکار پر اللہ کی عدالت سے موت کا فیصلہ ان کافر اقوام پر نافذ ہو چکا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے موقع پر یہی پیغام قریش یعنی بنی اسماعیل کو دے دیا گیا تھا کہ اگر انہوں نے سوچے سمجھے انکار کیا تو ان کا انجام بھی قوم عاد اور ثمود سے مختلف نہ ہوگا۔

تیرہ سالہ مکی دور کی جدوجہد کے نتیجے میں نبی کریم پر چند ہی لوگ ایمان لائے۔ بعد میں مدینے کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور آپ نے مدینے ہجرت کی جہاں آپ نے ایک ریاست کی بنیاد رکھی۔ مدینے میں قیام کے دس سال کے دوران اسلام عرب پر چھا گیا اور یوں ایک ایسی امت تیار ہوگئی جس نے رہتی دنیا تک پیغمبروں کا کام کرنا اور لوگوں کو شیطان کی رغبات سے دور کر کے رحمان کی جانب بلانا تھا۔

حج اور آج کے مسلمان

ابتدا میں تو مسلمانوں نے پوری دنیا کو خدا کی وحدانیت سے روشناس کرایا اور انہیں آخرت میں کامیابی کا پیغام خوش اسلوبی سے پہنچایا۔ لیکن آہستہ آہستہ مسلمانوں کی اکثریت شیطان اور نفس امارہ کے مقابلے میں شکست کھانے لگی۔ آج چودہ سو سال بعد یہ حالت ہے کہ غیر مسلم دنیا اس وقت الحاد، شرک، انکار آخرت، مادہ پرستی، جنسی بے راہروی، معاشی فساد اور قتل و غارت گری جیسے گناہوں میں مبتلا ہے۔ ان تمام مسائل کا واحد علاج اسلام کی دعوت ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ آج کے مسلمان جو معالج کی جگہ پر تھے خود ہی اخلاقی و روحانی بیماریوں میں مبتلا ہوگئے۔ جنہیں تعلیم دینا تھی خود ہی مغربی فلسفے سے مرعوب ہوگئے، جنہیں اسلامی تہذیب دنیا میں پھیلانی تھی خود ہی اغیار کی تہذیب کے خوگر ہو چلے۔

آج مسلمانوں کی اکثریت ظاہر پرستی کا شکار ہے۔ ان کی اکثریت خدا کو مانتی ہے لیکن رسمی طور پر، آخرت کا عقیدہ رکھتی ہے لیکن زبانی حد تک۔ اس امت کی اکثریت نے قرآن کو سمجھنا چھوڑ دیا، نماز کو ترک کردیا، زکوٰۃ سے جان چھڑانے کے حیلے اختیار کیے، روزے کی روح سے

محروم ہو گئے اور حج کو ظاہری رسومات کا مجموعہ بنالیا۔

دوسری جانب ہماری اخلاقی حالت بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔چنانچہ فقہی یا سیاسی اختلاف پر تکفیر اور قتل کر دینا ایک عام سی بات ہے۔فرقہ بندی، حسد،نفرت،تشدد،جھوٹ ،غیبت، بہتان، فحش کلامی اور بدگوئی معمول کی باتیں ہیں ۔اسی طرح سود خوری، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی اورناجائز منافع خوری ہمارے معاشی نظام کے اجزا ہیں۔ سیاسی میدان میں دھوکہ دہی، بدعنوانی، مفاد پرستی،لوٹ مار اور اقربا پروری کی مثالیں عام ہیں۔

کم وبیش یہی مناظر پوری مسلم دنیا میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ آج مسلمانوں کی ایمان واخلاق کی بگڑی ہوئی حالت کی بنا پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ شیطان کا پلہ بھاری ہے۔ایک طرف تو اس نے غیر مسلم دنیا میں بگاڑ پیدا کر رکھا ہے تو دوسری جانب اس بگاڑ کو دور کرنے والے داعیوں کو بھی اپنے دام فریب میں الجھالیا ہے۔لیکن خدا کے چنے ہوئے بندے ہر دور میں موجود رہے ہیں جنہوں نے فساد کی فضا میں اپنے ایمان وعمل کی حفاظت کی اور خود کو طاغوتی یلغار سے محفوظ رکھا۔یہی لوگ اصل میں وہ لوگ ہیں جن کے لئے اس دنیا کی سیج سجائی گئی اور جنت کے انعامات مخصوص کردئے گئے۔انہی بندوں پر آج دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ایک طرف تو انہوں نے امت مسلمہ کے داخلی بگاڑ کو درست کرنا ہے اور دوسری جانب غیر مسلم دنیا کو بھی اسلام کا پیغام حکمت ودانائی کے ساتھ پہنچانا ہے۔

حج اس داخلی وخارجی اصلاح کا نکتہ آغاز ہے۔حج کا بنیادی مقصد انسان کو روحانی تطہیر کا ایک موقع فراہم کرنا ہے تا کہ وہ گناہوں سے پاک ہوکر اپنی اصل فطرت پر لوٹ آئے اور جنت کی شہریت کے قابل ہوجائے۔یہ حج مختلف عبادات کا ایک جامع پیکیج ہے جو تزکیہ نفس کے لئے اکسیر ہے۔ اس پیکیج میں نماز، انفاق ،ہجرت، بھوک و پیاس ،مجاہدہ، جہاد، زہد و درویشی ،قربانی ،صبر ،شکر سب شامل

ہیں۔دوسری جانب حج کے ذریعے مسلمان اسلام کے مرکز، تاریخ اور شعائر سے آگاہ ہوتے اور اپنے آباء حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی قربانیوں سے روشناس ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ حج شیطان کے خلاف جنگ کا ایک علامتی اظہار ہے۔بندہ اپنے رب کی رضا کے لئے دنیا کی زینت کو خود پر حرام کرلیتا ہے۔وہ اپنا میل کچیل دور نہیں کرتا، ناخن نہیں کاٹتا، جائز جنسی امور سے گریز کرتا، مختصر لباس زیب تن کرتا، برہنہ پا اور ننگے سر ہو کر روحانی مدارج طے کرتا اور خدا کا تقرب حاصل کرتا ہے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتا جب تک وہ اپنے ازلی دشمن یعنی شیطان کو شکست سے دوچار نہ کردے۔

حج کا اصل فلسفہ تو یہی تھا کہ مسلمان اپنے ایمان واخلاق کا جائزہ لیں، اپنی کمزوریوں کو پہچانیں، اپنی اصلاح وتربیت کریں اور پھر خدا کا پیغام پوری دنیا تک انسانوں کو پہنچائیں۔اس طرح وہ خود بھی اس جنگ میں سرخرو ہوجائیں گیا ور اپنے غیر مسلم بھائیوں کو بھی طاغوت کے فریب سے نکال دیں گے۔لیکن افسوس آج کے مسلمان حج کو ایک فقہی حکم کے طور پر ادا کرنے آئے تھے اور ان کی اکثریت حج کی روح سے نابلد تھی۔انہیں حج کے ظاہری مسائل کے بارے میں تو خوب تربیت دی گئی تھی لیکن حج کی روح اور فلسفے پر بہت کم علم فراہم کیا گیا تھا۔

رفث، فسوق اور جدال

حج کے بارے میں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ہدایات دیں جن میں سب سے اہم ہدایت اس آیت میں ہے:

"حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی فسق وفجور، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزدنہ ہو۔اور جو نیک کام تم کروگے، وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔سفرِ حج کے لیے زادِراہ ساتھ

لے جاؤ۔ اور سب سے بہتر زادِراہ پرہیز گاری ہے۔ پس اے ہوشمندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔" (البقرہ ۲:۱۹۷)

اس آیت میں واضح طور پر تین باتوں سے منع کیا گیا ہے جن میں پہلی ہدایت یہ ہے کہ رفث نہ ہو۔ رفث شہوانی باتوں کو کہتے ہیں۔ جنسی امور دو طرح کے ہوتے ہیں جائز اور ناجائز۔ حج کے دوران نہ تو کسی جنسی عمل یعنی جماع کی اجازت ہے اور نہ ہی جنسی بات چیت کی۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ حج جہاد کی ایک شکل ہے اور جہاد میں اصل مقصد اپنے دشمن کو شکست سے دوچار کرنا ہے نہ کہ جنسی افعال سے لذت حاصل کرنا۔ اس قسم کی کوئی بھی کوتاہی انسان کو اپنے اصل مقصد سے ہٹا دیتی ہے۔

دوسری بات جس سے منع کیا گیا وہ ہر قسم کا چھوٹا اور بڑا گناہ ہے۔ یوں تو گناہ ویسے ہی ممنوع ہے لیکن حرم میں یہ بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ حج میں گناہ کا جان بوجھ کر ارتکاب ایسا ہی ہے جیسے کوئی فوجی پیٹھ پھیر کر میدان جنگ سے فرار ہو جائے اور اسی پر بس نہ کرے بلکہ دشمن کی فوجوں میں شامل ہو جائے۔ حج کا مقصد خدا کی غلامی کا تقاضا پورا کرتے ہوئے طاغوتی محرکات کو شکست دینا ہے لیکن جب کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ خدا کی بندگی سے نکل کر طاغوت کی یلغار کا شکار ہو جاتا ہے۔ جبکہ ابلیس کو شکست دینے کے لئے لازم ہے کہ خدا کی ہر چھوٹی اور بڑی نافرمانی سے حتی المقدور گریز کیا جائے۔

تیسری چیز جس سے روکا گیا وہ لڑائی جھگڑا ہے۔ اس میں ہر وہ عمل شامل ہے جو یا تو بذاتِ خود لڑائی ہو یا کسی فساد کا سبب بنے۔ جدال سے مراد زبانی لڑائی، بدتمیزی، بدگوئی اور ہاتھاپائی ہے۔ لڑائی کے اسباب میں ایذا رسانی، طنز و تشنیع، دھکے بازی، بے احتیاطی سے طواف کرنا، بدگمانی، بہتان، تکبر وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب سے گریز لازمی ہے ورنہ حج کے ثمرات حاصل کرنا مشکل ہے۔

یہ آیت میں نے اس قبل بھی کئی مرتبہ پڑھی تھی لیکن سمجھ میں اس وقت آئی جب حرم پہنچا۔
ان تینوں گناہوں کے مواقع بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں۔ دنیا بھر سے مختلف رنگ اور نسل کے مسلمان حاضر ہوتے ہیں۔ ان میں خاص طور پر شام، لبنان اور مصر کے لوگ غیر معمولی طور پر حسین ہوتے ہیں۔ اس تنوع اور ظاہری حسن کی بنا پر بدنگاہی کا پورا امکان موجود ہوتا ہے۔ دوسری جانب لوگوں کی جائز جنسی ضروریات پر بھی پابندی کی بنا پر صنف مخالف میں کشش بڑھ جاتی ہے۔ نیز مطاف میں عورت اور مرد ایک ساتھ طواف کررہے ہوتے ہیں جس سے ایک دوسرے سے جسمانی طور پر بچنا بعض اوقات دشوار ہوجاتا ہے۔ یہ سارے عوامل شہوت کو ابھارنے میں معاون ہوسکتے ہیں اس لئے پہلے ہی حکم دے دیا کہ جائز و ناجائز جنسی عمل سے متعلق ایک لفظ بھی زبان پر نہ آئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب خیالات میں پاکیزگی اختیار کی جائے اور یکسو ہوکر حج کے فلسفے پر عمل کیا جائے۔

جہاں تک عام زندگی کا تعلق ہے تو مسلمان بالعموم مختلف گناہوں میں ملوث ہوتے ہیں لیکن حج ایک تزکیہ اور تربیت کا عمل ہے۔ چنانچہ یہاں اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہ سے بچانا، آئیندہ کے لئے تربیت حاصل کرنا اور اسے ترک کرنے کا عزم کرنا لازمی ہے۔ اسی بنا پر ہر قسم کے گناہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ حج میں عام طور پر لوگ جن گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں ان میں زبان کے گناہ یعنی جھوٹ، غیبت، بہتان، بدزبانی، لغو باتیں، گستاخانہ مکالمے وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح لوگ غیر قوم کے لوگوں کی زبان اور باڈی لینگویج نہ سمجھنے کی بنا پر بدگمانی، ٹوہ لینا، حسد، نفرت، کینہ وغیرہ جیسے گناہوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ طواف کے دوران دھکے دینا، حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے لوگوں کو ایذا دینا، راستے میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوجانا بھی بہت عام گناہ ہیں۔ نیز بازاروں میں اسراف کرنا، اللہ کی یاد کی بجائے شاپنگ میں وقت ضائع کرنا،

خاص طور پر فجر کی نماز ترک کرنا بھی چند اور ناپسندیدہ کام ہیں۔ سب سے اہم گناہ اللہ کے شعائر یعنی نشانیوں کی بے حرمتی کرنا ہے۔ اس میں مسجد الحرام میں بلا وجہ شور شرابہ، ہنسی مذاق، طواف میں بے ادبی، صفا مروہ کی تکریم نہ کرنا اور ان جگہوں کو پکنک پوائنٹ کے طور پر استعمال کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب سے بچنے کے لئے تعلیم اور تربیت دونوں کی ضرورت ہے۔

مکہ میں معمولات زندگی

مکہ میں قیام کی ابتدا میں ہی گلا خراب ہوگیا جو کہ یہاں ایک معمول کی بات تھی۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ماسک لگا کر پھر رہے ہیں۔ ان دنوں سوائن فلو پھیلا ہوا تھا اور پاکستان سے بھی بہت سے لوگ اسی خدشے کی بنا پر حج کرنے نہیں آئے تھے۔ میرا یہ معمول تھا کہ تمام نمازیں حرم میں پڑھتا اور دن میں دو سے تین مرتبہ طواف بھی کرتا تھا۔ ابتدا میں رش اتنا نہیں تھا لیکن آہستہ آہستہ رش بڑھتا جا رہا تھا۔

سردی اور کثرت طواف کے باعث میرے پاؤں پھٹ چکے تھے چنانچہ میں نے پہلی مرتبہ چمڑے کے موزے پہنے۔ لیکن وہ موزے سلپری تھے۔ ایک مرتبہ میں یہی موزے پہن کر طواف کر رہا تھا کہ اچانک سلپ ہوگیا۔ برابر چلنے والی ایک پاکستانی بوڑھی خاتون نے بسم اللہ کہہ کر مجھے پکڑ لیا اور گرنے سے بچا لیا۔

ایک اور واقعہ طواف میں یہ پیش آیا کہ میری بیوی نے خواہش ظاہر کی کہ حطیم میں نماز پڑھنی ہے۔ میرے منع کرنے کے باوجود وہ نہ مانیں۔ چنانچہ جب میں انہیں حطیم کے قریب لے کر گیا تو ان کا دم رش کی بنا پر گھٹنے لگا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ارادہ ترک کردیا۔ البتہ رکن یمانی کو چھونے کی خواہش ظاہر کی۔ میں جب انہیں لے کر رکن یمانی کے قریب پہنچا تو پیچھے سے ایک ریلا آیا اور میں اپنی بیوی سمیت آگے موجود عرب میاں بیوی پر جا گرا۔ انہوں نے شکایتی نظروں سے مجھے

دیکھا لیکن میں نے جب اپنی باڈی لینگویج سے اپنا عذر پیش کیا تو انہوں نے اسے قبول کرلیا۔

طواف کے دوران میں نے ایک مثبت بات نوٹ کی کہ لوگ ایک دوسرے کو جان بوجھ کر دھکا دینے سے گریز کرتے تھے۔ البتہ کچھ لوگ بلاوجہ چلتے ہوئے آگے والے شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتے اور اپنا بوجھ دوسرے پر منتقل کرنے کی کوشش کرتے جس سے بڑی الجھن ہوتی تھی۔

مسجد الحرام میں خاکی وردی والے شرطے (عربی میں شرطہ پولیس کو کہتے ہیں) اور برقع پوش خواتین خدام حرم کی صورت میں تعینات تھے۔ یہ لوگوں کو راستے میں بیٹھنے سے روکتے اور کسی بھی ناخوشگوار واقعے سے نبٹنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کو شرطے پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ یہ غالباً کسی قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا تھا۔ لیکن اس دوران کوئی بدنظمی نہیں ہوئی اور لوگ طواف میں مصروف رہے۔

ایک صاحب کو طواف کرتے دیکھ کر رشک آنے لگا۔ یہ صاحب دونوں ٹانگوں سے محروم تھے اور گھسٹ کر طواف کررہے تھے۔ حالانکہ وہاں وہیل چیئر کی سہولت موجود تھی لیکن انہوں نے اپنے جسم کو اللہ کی راہ میں ڈال کر طواف کرنا پسند کیا۔

مسجد میں نماز کے دوران تو مکمل خاموشی رہتی تھی لیکن نماز کے بعد ہر وقت مسلسل شور ہوتا رہتا۔ اس کی بڑی وجہ لوگوں کا باتیں کرنا تھا۔ اس شور کی بنا پر یکسوئی میسر نہ آتی تھی۔ اسی یکسوئی کو حاصل کرنے کے لئے میں حرم میں رات ڈھائی بجے بھی گیا لیکن شور میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔

مسجد میں جگہ جگہ آب زم زم کے کولر رکھے تھے جن میں ٹھنڈا اور گرم پانی تھا۔ طواف کے بعد اکثر پیاس زیادہ لگتی تھی جس سے لوگ ٹھنڈا پانی پیتے اور اپنا گلا زیادہ خراب کرلیتے تھے۔ میں نے یہ احتیاط کی کہ پانی ملا کر پیوں۔ کچھ لوگ زم زم کے کولر ہی سے وضو کرنے لگ جاتے تھے۔ وہاں کے خدام انہیں منع کرتے لیکن لوگ پھر بھی باز نہ آتے۔ وہاں صفائی کا نظام بہت شاندار دیکھا۔

عین طواف کے دوران صفائی ہوتی رہتی تھی اور یہ کام مسلسل جاری رہتا۔

قیام کے دوران اکثر دوستوں کا پاکستان سے فون آجایا کرتا تھا جن میں الطاف، صبیح، مفتی طاہر عبداللہ، طاہر کلیم اور پرویز صاحب سرفہرست تھے۔ یہ حضرات اکثر اپنے لئے دعاؤں کا کہتے اور میں یاد سے ان تمام لوگوں کے لئے دعائیں مانگتا۔ ایک ہفتے کے بعد ایک اور عمرہ بیگم کے ساتھ ادا کیا۔ عمرے کے لئے ایک ٹیکسی مسجد عائشہ جانے کے لئے ۳۰ ریال میں حاصل کی۔ اس میں دانش اور یاسر بھی میرے ساتھ تھے۔ مسجد عائشہ جا کر عمرے کی نیت کی اور پھر واپس ہو کر عمرہ اور سعی کی۔

دوسرے عمرے کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ اہل حدیث حضرات کا کہنا ہے کہ یہ خلاف سنت ہے کیونکہ نبی کریم نے ایک سفر میں ایک ہی عمرہ ادا کیا حالانکہ انہوں نے مکے میں ۱۵ دن سے زائد بھی قیام کیا۔ دوسری جانب احناف اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت عائشہ عمرہ ادا نہ کرپائی تھیں اور مخصوص ایام سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے عمرہ ادا کرنے کی کی خواہش ظاہر کی تو نبی کریم نے انہیں تنعیم کے مقام پر جا کر احرام باندھنے اور عمرہ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ وہی تنعیم ہے جہاں آج مسجد عائشہ موجود ہے۔

حرم چاروں طرف سے بازاروں اور ہوٹلوں سے گھرا ہوا تھا۔ لوگ نمازوں سے فارغ ہو کر اپنا زیادہ وقت یہیں گذارتے تھے۔ دراصل لوگوں کی تربیت نہیں ہوئی تھی کہ کس طرح اللہ سے تعلق قائم کیا جاتا ہے؟ کس طرح اس سے مناجات کی جاتی، کیسے اس کے تصور میں کھویا جاتا اور کس طرح سے اپنے معاملات اس کے سپرد کئے جاتے ہیں؟

حج کے اس سفر کا بنیادی مقصد آخرت کی فلاح تھا لیکن لوگ دنیا سے نکلنے کو تیار نہ تھے۔ نماز، طواف اور تلاوت کے علاوہ بس دنیا ہی دنیا تھی۔ دعائیں بھی اسی دنیا کی ترقی کے لئے مانگی جاتی تھیں۔ حرم کے باہر یہی دنیا منہ کھولے کھڑی تھی اور سرمایہ آخرت کی بجائے دنیاوی سامان کی

خریداری زوروشور سے جاری تھی ۔ہمارے گروپ کی تربیتی کلاسوں میں نہ صرف حج کے مناسک کے بارے میں بتایا گیا بلکہ غیبت ، جھوٹ ، چغلی ،ایذ ارسانی اور دیگر اخلاقی برائیوں سے بھی آگاہ کیا گیا اوران سے بچنے کی ہدایات دی گئی تھیں ۔ان کی بنا پر گروپ کے لوگ بالعموم ان برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے اور ظاہر کے ساتھ اپنا باطن بھی درست رکھنے کا اہتمام کررہے تھے ۔

ان طوافوں کے دوران میں نے ایک بات نوٹ کی وہ یہ کہ میرے اندر جو جوش ولولہ اور کیفیت ابتدائی دنوں میں تھی اس میں کمی آرہی تھی ۔میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں اللہ سے دور ہورہا ہوں ۔لیکن پھرایک عارف کی بات یاد آئی کہ کیفیت تو آنی جانی شے ہے ۔اصل مقصود تو اللہ کی عبادت اور اطاعت ہے ۔اگر یہ ہوتو کیفیت کی کوئی خاص اہمیت نہیں ۔اکثر لوگ جذباتیت اور رقت ہی کو تعلق باللہ کی علامت سمجھتے ہیں اور جب یہ کم ہونے لگتی ہے تو خود بھی عبادت میں کمی یا اسے ترک کردیتے ہیں ۔حالانکہ کیفیت کا ہونا یا نہ ہونا دونوں آزمائش ہیں ۔پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرا بندہ میرے لئے عبادت کرتا ہے یا دل کی لذت وکیفیت کے لئے ۔

میرا روم میٹ یاسر ایک ۳۰ سالہ نوجوان تھا ۔وہ روزانہ صبح اٹھتا اور ایک عمرہ کر کے آجاتا ۔جبکہ ہر نماز کے بعد ایک طواف اس کا معمول تھا ۔میں ایک دن میں تین طواف ہی کر پاتا کیونکہ گروپ لیڈر نے ہدایت کی تھی کہ حج سے پہلے توانائی بچائی جائے اور کسی بھی غیر ضروری تھکن سے بچا جائے تاکہ حج کے مناسک پر کوئی اثر نہ پڑے ۔

ہوٹل میں صبح کا ناشتہ فری ہوتا تھا جبکہ باقی اوقات کا کھانا باہر کھانا پڑتا تھا ۔وہاں سالن کے ساتھ روٹی فری تھی ۔ایک پلیٹ میں دو افراد با آسانی کھا لیتے تھے ۔ایک دو مرتبہ برگر کھانے کا بھی اتفاق ہوا لیکن وہ زیادہ پسند نہ آیا ۔۸ نومبر کو میرے ہم زلف آفتاب جدہ سے مکہ ملنے کے لئے آئے ۔جدہ سے تمام راستوں پر سخت چیکنگ تھی اور کسی کو مکہ آنے نہیں دیا جارہا تھا لیکن

آفتاب کسی نہ کسی طرح مکہ میں داخل ہو ہی گئے۔ آفتاب کے ساتھ وہاں کی ایک مقامی ڈش مندی بھی کھائی جس میں چاول کے ساتھ گوشت بھی شامل تھا۔ آفتاب کے علاوہ دیگر رشتے داروں سے بھی ملاقات ہوئی ان میں میرے رشتے کے چچا رشید انکل بھی تھے۔ وہ امریکہ میں قیام پذیر ہیں اور اپنی فیملی کے ساتھ حج کرنے آئے ہوئے تھے۔

کعبہ کا دیدار اور صفات الٰہی

مکہ میں قیام کے دوران میرا معمول تھا کہ میں اکثر بیٹھ کر کعبے کو دیکھتا رہتا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ کعبہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ جب میں نے غور کیا تو اس حکم کا فلسفہ سمجھ میں آگیا۔ میں نے جب بھی کعبہ کو دیکھا تو مجھے اللہ کا جمال، جلال اور کمال نظر آیا۔

کعبہ کے دیدار میں اللہ کی رحمت مطلق کی شبیہ دکھائی دیتی کہ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ کتنے مہربان، شفیق، نرم دل اور سخی اور ہیں انہوں نے انسان کو وجود بخشا، اسکی فطرت میں خیر وشر کا شعور ودیعت کیا، اس کی راہنمائی کے لئے وحی کا سلسلہ شروع کیا اور پھر کعبے کی صورت میں اپنا گھر تعمیر کر دیا کہ جسے خدا سے محبت ہے وہ کعبے کے دیدار سے اپنی نگاہوں کو سیر کرلے۔

میں اکثر بیٹھا خدا کی رحمت کے بارے میں سوچتا رہتا کہ اس نے مخلوقات کو پیدا کیا، ان میں تقاضے پیدا کئے اور پھر ان تقاضوں کو انتہائی خوبی کے ساتھ پورا کرتے ہوئے اپنی رحمت، لطف اور کرم نوازی کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس دیدار کے دوران بھی خدا مجھ پر محبت اور شفقت نچھاور کرتا نظر آتا تو کبھی وہ میری باتیں سنتا، میری غلطیوں پر تحمل سے پیش آتا، خطاؤں سے درگذر کرتا، میری حقیر نیکی کی قدردانی کرتا اور مجھے بے تحاشا نوازتا دکھائی دیتا۔ یہی نہیں بلکہ جب بھی میں مشکل میں گرفتار ہوا تو وہ میرے لئے سراپا سلامتی، پناہ کی چٹان اور ہدایت کا نور بنتا محسوس ہوتا۔

لیکن اسی رحمت مطلق کے ساتھ ساتھ مجھے کعبے میں خدا کے جلال کا اظہار بھی نظر آتا۔ اس

میں مجھے کائنات کے بادشاہ کا جلال وعظمت دکھائی دیتی جو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے، جو کسی کے سامنے جواب دہ نہیں۔ جو مقتدر اور بااختیار حاکم ہے، جو اپنی مخلوق پر ہر قسم کا تصرف رکھتا اور اپنی سلطنت کے ایک ایک پتے اور ہر ذرے پر مکمل اقتدار کا حامل ہے۔ اس دنیا کے مٹ پونجیے صدور اور بادشاہ کے دربار میں لوگ جب جاتے ہیں تو زبانیں گنگ ہو جاتی، حلق خشک اور قدم لرزتے ہیں کہ کون سی بات حضور کو ناگوار گذر جائے اور میرا قصہ پاک ہو جائے۔ چنانچہ جب مجھے اس بادشاہوں کے بادشاہ کی قہاری عظمت اور بزرگی، بڑائی، شان اور شوکت کا تصور آتا تو ایک سنسنی اور خوف کا احساس ہوتا کہ کس ہستی کے محل میں بیٹھا ہوں۔ اس احساس کے باعث میں لرز جاتا اور دل میں انتہائی خشیت، پستی اور تذلل کا احساس ہوتا۔ لیکن پھر میں اسی کی رحمت کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرتا۔

کعبے کا تفرد خدا کی یکتائی اور کمال کا بھی اظہار تھا کہ خدا اپنی ذات میں تنہا اور اکیلا ہے اور اس جیسا کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنی صفات میں بھی یکتا و یگانہ ہے۔ وہ قدوس ہے یعنی ہر نقص، عیب، برائی سے پاک اور منزہ۔ ہر ظلم، ناانصافی، بددیانتی، بے حکمتی، جذبات کی مغلوبیت اور ہر غلط صفت یا فعل سے مبرا۔ وہ ممدوح، ستودہ، پسندیدہ اور قابل تعریف ہستی ہے۔

کعبے کا دیدار خدا کے گھر کا دیدار تھا۔ اور جب کوئی چاہنے والا اپنے محبوب کی چوکھٹ پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے دیگر لوگ بھی کعبے کے دیدار میں مشغول رہتے اور اپنے رب کے جمال، جلال اور کمال کو محسوس کرتے تھے۔ ان کا دل یہی دعا کر رہا ہوتا تھا:

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری باندی کا بیٹا ہوں اور مکمل طور پر تیرے قبضہ میں ہوں۔ میری پیشانی کے بال تیرے ہاتھ میں ہیں، تیری مدد کے بغیر مجھے حرکت و سکون کی قوت بھی حاصل نہیں۔ تیرے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں۔ جو تو کہتا اور چاہتا ہے

وہی ہوتا ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ سراپا عدل وانصاف ہے۔پس میں تجھ سے ہر نام کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جسے تو نے اپنی ذات کے لئے اختیار کیا ہے یا اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اس کو اپنی مخلوقات میں سے کسی کو سکھایا ہے کہ تو مجھے کامل طور پر اپنی غلامی میں لے لے اور مجھے غلامی کے آداب سکھا کر کامیابی سے ہمکنار کر دے"۔

مقدس مقامات کی زیارت

کچھ دنوں بعد ہمیں مقدس مقامات کی زیارت پر لے جایا گیا۔ دو بسوں میں ہمارے گروپ کے تمام افراد سما گئے۔سب سے پہلے غار ثور کو دور سے دیکھا۔یہ انتہائی بلندی پر واقع تھی۔اس غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ پناہ لی تھی۔یہ غار مدینے جانے والے راستے کی مخالف سمت تھی۔ روایات کے مطابق دارالندوہ یعنی پارلیمنٹ میں قریش کے سرداروں نے مل جل کر فیصلہ کرلیا کہ تمام قبیلے ایک ساتھ مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔اس طرح بنو ہاشم یعنی نبی کریم ﷺ کے قبیلے کے لئے سب سے بدلہ لینا ممکن نہ ہوگا اور وہ دیت پر آمادہ ہو جائیں گے۔اس پلاننگ کے بعد سب مخالفین نے آپ کے گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔لیکن اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں۔چنانچہ اللہ نے اس گھناؤنی سازش سے بچانے کا پہلے ہی اہتمام کر دیا تھا۔آپ نے اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلا دیا اور خود کفار کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے ان کے سامنے سے نکل گئے اور کوئی آپ کو نہ دیکھ پایا۔

آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مدینے جانے والے راستے کی مخالف سمت چلے اور اس غار میں پناہ لی۔یہ غار انتہائی پرخطر اور پتھروں سے بھرا ہوا تھا جس کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں بھی زخمی ہو گئے۔یہاں نبی کریم نے تین راتیں چھپ کر گذاریں۔اس غار کے ارد گرد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے رہتے اور

جب رات ہو جاتی تو انہیں بکریوں کا دودھ پلاتے ۔ایک مرتبہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غار کے باہر چند آدمیوں کے پاؤں دیکھے تو انہوں نے آپ سے اس تشویش کا اظہار کیا۔ لیکن آپ نے کمال کے توکل کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ابو بکر تمہارا ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ ہو۔

غارِ ثور کے بعد اگلا مقام غارِ حرا دیکھا۔ یہ وہ غار تھا جہاں نبوت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کیا کرتے تھے ۔یہ غار مکہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے ۔یہ ایک مختصر سا غار ہے جس کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے ۔ غارِ حرا کا رخ کچھ اس طرح کا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کعبہ ہوا کرتا تھا۔ یہاں آپ ستو اور پانی لے کر قیام کرتے، آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور اللہ کی عبادت کرتے تھے ۔اسی غار میں آپ کی ملاقات جبریل امین علیہ السلام سے ہوئی جنھوں نے پہلی مرتبہ آپ کے قلب پر اللہ کی آیات القاء کیں۔

آگے چلے تو میدان عرفات دیکھا۔ یہ وہ میدان ہے جہاں حج کا رکن اعظم ''وقوف عرفہ'' ادا کیا جاتا ہے ۔حاجی کے لئے اس میدان میں نو ذی الحج کو زوال کے بعد قیام کرنا لازمی ہے اور اگر کسی وجہ سے ایسا نہ ہو پائے تو حج نہیں ہوتا ۔ یہ ایک بہت بڑا میدان ہے جو نو ذی الحج کو لاکھوں حاجیوں کو سمونے کی گنجائش رکھتا ہے۔ایک روایت کے مطابق حشر بھی اسی میدان میں واقع ہوگا۔یہیں وہ عظیم پہاڑ جبل رحمت بھی واقع ہے جس کے دامن میں آپ نے اپنا مشہور خطبہ حجۃ الوداع خطاب فرمایا تھا۔

عرفات کے ساتھ ہی منیٰ کی وادی بھی دیکھی ۔ یہ وادی خیموں سے پٹی ہوئی تھی ۔ان خیموں میں حجاج ۸ ذی الحج اور پھر دس، گیارہ اور بارہ ذی الحج کو قیام کرتے ہیں۔بس میں گائیڈ ہمیں راستوں کے بارے میں بتا رہا تھا کیونکہ حج کے دنوں میں ہمیں بھی یہیں آنا تھا۔منیٰ سے متصل

جمرات کو بھی دور سے دیکھا جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔اسی راستے پر اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کی جگہ بھی دیکھی جہاں نشانی کے طور پر سفید پتھر نصب کیا گیا تھا۔

عزیزیہ میں شفٹنگ

زیارت کے بعد یکم ذی الحج کو ہم حرم کے قریب واقع ہوٹل سے عزیزیہ کے مقام پر شفٹ ہوگئے۔عزیزیہ کعبے سے پانچ کلومیٹر دور ہے اور اس کے قریب منیٰ اور جمرات واقع ہیں۔یہ ہوٹل السرایا ایمان کی طرح شاندار تو نہ تھا البتہ صاف ستھرا تھا۔اسی بلڈنگ میں الخیر گروپ کے لوگ بھی ٹہرے ہوئے تھے۔اس بلڈنگ میں تبلیغی جماعت کے لوگ آکر بیان دیتے تھے اور ایک مرتبہ سعید انور صاحب نے بھی بیان کیا۔اس ہوٹل سے کچھ ہی دور مولانا طارق جمیل، جنید جمشید اور دیگر اہم شخصیات قیام پذیر تھیں۔

اس سے پہلے جس ہوٹل میں قیام تھا وہاں ایک کمرے میں تین افراد ہی مقیم تھے جس کی بنا پر لوگوں سے ملاقات کا کم وقت ملتا تھا۔لیکن یہاں ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں کوئی آٹھ افراد قیام پذیر تھے اور لوگوں سے رابطہ بڑھ گیا۔یہاں پر شارق، ریحان عابد اور دیگر لوگوں سے بھی دوستی ہوگئی۔جبکہ میرا دوست آصف بھی برابر والے کمرہ میں مولانا اسلم شیخوپوری کے ہمراہ موجود تھا۔یہاں لدھیانوی ٹریولرز نے تین وقت کا کھانا بھی دینا شروع کردیا حالانکہ یہ پیکیج کا حصہ نہ تھا۔یہاں معمول یہ تھا کہ مولانا اسلم شیخوپوری فجر کے بعد اپنا بیان دیتے جس میں حج کے بارے میں ہدایات دی جاتی تھیں۔اس بلڈنگ کے گراونڈ فلور پر ایک حصہ مسجد کے لئے مختص کردیا گیا تھا جہاں ہر نماز کے بعد تبلیغی جماعت والوں کا بیان ہوتا تھا جس میں حج کے فضائل بیان کیے جاتے تھے۔

عزیزیہ کا علاقہ سیاہ پہاڑوں کی آماجگاہ تھا۔اردگرد بے شمار حاجی رکے ہوئے تھے۔بلڈنگ سے ایک گلی چھوڑ کر ایک چھوٹی سی مسجد تھی جہاں کے امام عرب تھے اور انکی قرات بہت خوبصورت

تھی۔ قریب آدھے میل دور ایک بڑا ڈیپارٹمنٹل اسٹور بن داؤد بھی تھا جہاں اکثر چیزیں خریدنے کے لئے جانا ہوا۔ عزیزیہ چونکہ مسجد الحرام سے دور تھا اس لئے اکثر نمازیں یہیں ادا کرنی پڑتیں۔

چپلیں

یہاں سے ایک شٹل سروس بھی چلتی تھی جو لوگوں کو حرم لے کر جاتی اور آتی تھی۔ عزیزیہ منتقل ہونے کے دوسرے دن میں آصف اور ان کے دو دوستوں کے ہمراہ شٹل میں بیٹھ کر حرم کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں بس خراب ہوگئی چنانچہ راستہ پیدل طے کرنے کا فیصلہ کیا۔ عصر کی نماز قریب تھی چنانچہ تیز تیز قدموں سے مسجد پہنچے جہاں چھت پر جگہ ملی۔ میرے پاس چپل رکھنے کے لئے کوئی تھیلی نہ تھی البتہ راستے سے ایک تھیلی اٹھائی اور اس میں اپنی اور آصف کی چپلیں رکھ لیں۔ عصر کی نماز کے قریب آدھے گھنٹے بعد تک وہیں بیٹھے رہے پھر طواف کرنے کے لئے نیچے اترے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ واپسی کا راستہ کس طرح طے کرنا ہے اس لئے میں نے دانش کو بتا دیا تھا کہ میں اس کے ساتھ جاؤں گا۔ عصر کے بعد ایک طواف کیا۔ مغرب اور عشاء پڑھی اور پھر ایک اور طواف کیا۔

آصف مجھ سے جدا ہو چکا تھا لیکن اس کی چپلیں میرے پاس تھیں۔ ہم نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ جدائی کی صورت میں باب عزیز کے پاس جو گھنٹہ گھر ہے وہاں ملاقات کرنی ہے۔ چنانچہ میں وہاں پہنچ گیا لیکن وہاں بے پناہ رش تھا۔ میں نے آصف کو کال کی لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ میں نے کالز کا سلسلہ جاری رکھا لیکن کوئی رابطہ نہ ہو پایا۔ اسی اثنا میں دانش کو فون کیا تو پتا چلا کہ وہ نکل چکا ہے اور بس کے اسٹاپ پر موجود ہے۔ میں گھبرا گیا۔ ایک جانب آصف سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا اور وہ ننگے پاؤں تھا تو دوسری جانب بس نکل رہی تھی جو غالباً آخری بس تھی۔ اب میرے پاس دو راستے تھے۔ یا تو میں وہیں کھڑا رہ کر آصف کا انتظار کروں جس کے آنے کا کوئی علم نہ تھا۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ دانش کے پاس چلا جاؤں اور آصف کو راستہ بھی گائیڈ کروں کیونکہ امکان تھا کہ وہ

چپلیں قریب بازار سے لے لیگا۔ چنانچہ میں نے دانش کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔

جب میں بس میں بیٹھ کر روانہ ہوا تو آصف کا فون آگیا لیکن میں نکل چکا تھا۔ آصف بے چارہ ننگے پاؤں ہی راستہ طے کر کے عزیزیہ پہنچا۔ آصف کے ساتھیوں نے مجھ سے شکایت کی لیکن آصف نے میرا فیور لیا۔ بعد میں میں نے آصف سے اپنے غلط اجتہاد کی معافی مانگ لی۔

مولانا اسلم شیخوپوری سے نشست

میرے کمرے سے متصل کمرے میں مولانا اسلم شیخوپوری مقیم تھے۔ ایک دن جب وہ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے تو ان سے ملاقات کی غرض سے ان کے پاس گیا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ اللہ سے تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے کیا اقدام کرنے چاہئیں۔ انہوں نے ایک آہ بھری اور کہا کہ میاں یہ تو ساری زندگی کا سودا ہے، یہ اپنی زندگی کا ہر پہلو رب کے نام کرنے کا مشن ہے۔ کئی لوگ اس میدان میں آئے اور ناکام ہو گئے۔ بس اس کا حل یہی ہے کہ اپنی رضا خدا کی رضا کے تابع کر دی جائے۔ میں نے ان سے کچھ تفاسیر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اس کے بارے میں بتایا لیکن اختلاف رائے کے باوجود کسی کی برائی نہیں کی۔ آخر میں ان کو میں نے اپنے خود احتسابی سوالنامے کا تعارف کرایا۔ وہ اس کے بارے میں سن کر بڑے خوش ہوئے اور خاصی حوصلہ افزائی کی اور پاکستان پہنچنے پر اسے دیکھنے کی خواہش بھی کی۔ اس پوری گفتگو میں میں نے انہیں ایک عجز و انکساری کا پیکر پایا۔

مسجد عقبہ

عزیزیہ میں فراغت کا کافی وقت ہوتا تھا اس لئے نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم سیر گشت کے لئے نکل جاتے تھے۔ وہاں سے جمرات یعنی کنکریاں مارنے کی جگہ صرف دس منٹ کی واک پر تھی۔ جمرات کے قریب ایک قدیم تاریخی مسجد دیکھی۔ اس پر پیلے رنگ کا روغن تھا اور وہ کچے گارے کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے دروازے پر تالا تھا اور چند صفیں باہر سے منتشر حالت میں دکھائی

دے رہی تھیں۔ ایک تختی پر عربی رسم الخط میں کچھ لکھا ہوا تھا جو پرانا ہونے کے سبب نا قابل مطالعہ تھا۔ البتہ تختی پر خلیفہ مستنصر باللہ کا نام کندہ تھا اس سے پتا چلتا تھا کہ یہ عباسی دور کی مسجد ہے۔ جب تحقیق کی تو علم ہوا کہ اس کا نام مسجد عقبہ ہے۔ یہاں پر یثرب سے آنے والوں نے بیعت کی تھی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ حج عرب میں ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے جاری ہے۔ چنانچہ یہ حج اس وقت بھی جاری تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت نہیں ملی تھی۔ نبوت کے بعد جب نبی کریم صلہ اللہ علیہ وسلم نے دعوت کی ابتدا کی تو حج کے موقع کا بھی بھرپور استعمال کیا کیونکہ سارے عرب کے قبائل یہاں حج کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ کئی سالوں تک آپ حج میں تبلیغ کرتے رہے۔ ابتدا میں تو کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی لیکن بعد میں مدینے سے آنے والے وفد نے نبوت کے گیارہویں سال اس دعوت پر غور کیا اور گیارہ آدمیوں نے اسلام قبول کرلیا اور یہ وعدہ کیا کہ وہ مدینے جا کر اسلام کی تبلیغ کریں گے۔

اگلے سال حج میں دوبارہ مدینے سے وفد آیا اور اس نے پہلی بیعت کی۔ یہ بیعت ایک گھاٹی پر خفیہ طریقے سے ہوئی تا کہ قریش کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ گھاٹی کو عربی میں عقبہ کہتے ہیں اسی لئے اس بیعت کو بیعت عقبہ اولی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ کے لئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ بھیج دیا۔ نبوت کے کے تیرہویں سال ایک مرتبہ پھر حج کے دنوں میں مدینے کا وفد آیا اور ایک اور بیعت ہوئی جسے بیعت عقبہ ثانی کہتے ہیں۔ یہ بیعت بھی اسی مقام پر رات کی تاریکی میں ہوئی۔ چونکہ یہ گھاٹی منی کے آخری کونے پر بڑے جمرے کے سامنے واقع تھی اس لئے اس کا انتخاب کیا گیا۔ اس میں نبی کریم کی ہجرت کے منصوبے کو فائنل کیا گیا۔ اسی مقام پر یہ مسجد بعد میں تعمیر کی گئی جسے مسجد عقبہ کہتے ہیں۔

خیمے کی سیر

حج کے دن قریب آتے جا رہے تھے۔ میں کعبے سے دور تھا لیکن دل وہیں لگا رہتا تھا۔ درمیان میں ایک جمعہ بھی آیا۔ جسے ادا کرنے کے لئے میں شارق اور ریحان کے ساتھ مسجد الحرام روانہ ہوا۔ یہ راستہ ہم نے طریق المشاہ یعنی پیدل چلنے والوں کے راستے کے ذریعے طے کیا۔ یہ ایک طویل سرنگ تھی جو تقریباً پون گھنٹے پیدل چلنے کے بعد مسجد الحرام پر جا کر ختم ہوتی تھی۔ وہاں پہنچے تو مسجد بھر چکی تھی اور باہر ہی جگہ ملی۔ امام صاحب نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔

وہاں میں نے طواف کیا جس میں غیر معمولی رش تھا۔ میں نے حسرت سے ملتزم کو دیکھا جس پر لوگ شہد کی مکھیوں کی طرح چمٹے ہوئے تھے۔ وہاں مجھے مقام ابراہیم بھی نظر آیا۔ اس کے بارے میں روایت ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ اس پتھر پر آج بھی ان کے قدموں کے نشان موجود ہیں۔ کچھ لوگ اس کو چومنے کی کوشش کر رہے تھے اور شرطے انہیں ہٹا رہے اور سمجھا رہے تھے کہ یہ چومنے کی جگہ نہیں صرف دیکھنے کا مقام ہے۔

۶ ذی الحج کو ہمارے گروپ لیڈر رافع نے بتایا کہ وہ منیٰ میں ہمارے گروپ کا خیمہ دیکھنے جائیں گے۔ انہوں نے جوانوں کو چلنے کی دعوت بھی دی تا کہ وہ روٹ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ لیکن اچانک رات میں ہمارے گروپ کے ایک بزرگ اسمٰعیل صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی۔ ان کے دونوں پاؤں سوج کر موٹے ہو گئے تھے اور ان سے بالکل بھی چلا نہیں جا رہا تھا۔ ہمارے گروپ میں ایک ڈاکٹر صاحب بھی تھے۔ ان کے مشورے پر انہیں ہسپتال لے جانے کی تیاری شروع کی گئی۔ یہ ذمہ داری بھی گروپ لیڈر رافع نے انجام دی اور اسمٰعیل صاحب کو اسپتال میں داخل کر لیا گیا۔

رافع کو آنے میں دیر ہوگئی اور ہم سمجھے کہ اب منیٰ جانے کا پروگرام کینسل ہو گیا ہے۔ بارہ بج رہے تھے اور میں سونے کے لئے لیٹ گیا۔ کچھ ہی دیر میں رافع آ گئے اور انہوں نے ہمیں چلنے

کے لئے کہا۔لہٰذا میں شعیب برنی، ریحان، اسمٰعیل صاحب، دانش، یاسر۔شارق، عابد اور ایک اور صاحب منی کی جانب پیدل روانہ ہوئے۔ کچھ دور آگئے تو مسجد خیف دیکھی۔ یہ منیٰ میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس کے مینار بہت دلکش تھے۔اس کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ یہاں کئی انبیاء نے نمازیں پڑھی ہیں۔

کچھ اور دور آگے بڑھے تو منیٰ کے خیمے شروع ہو گئے۔ ہم تیز قدموں سے چلتے رہے یہاں تک کہ سوا گھنٹے میں منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ ہمارا مکتب نمبر ۱۷ تھا۔ جب ہم خیمے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ ایک بڑا ہال نما خیمہ تھا جس میں ایک پسلی کی چوڑائی کے برابر گدے بچھے ہوئے تھے۔اس میں ائیر کنڈیشنر بھی لگا ہوا تھا۔اس میں قریب پچاس افراد سما سکتے تھے۔ خیمہ کے باہر باتھ روم بنے ہوئے تھے۔

یہاں لوکیشن کو اچھی طرح دیکھ لینے کے بعد واپسی کا سفر شروع کیا اور جمرات سے گذرے تا کہ شیطان کو کنکریاں مارنے کی جگہ بھی دیکھ لیں۔سب سے پہلے جمرہ صغریٰ یعنی چھوٹا شیطان آیا۔ کچھ آگے بڑھے تو جمرہ وسطیٰ اور آخر میں جمرہ کبریٰ یا عقبہ (یعنی گھاٹی کا شیطان) نظر آیا۔ ہر شیطان ایک بڑی سی دیوار سے ظاہر کیا گیا تھا۔ یہ دیواریں مستطیل شکل کی تھیں اور خاص پتھر سے بنائی گئی تھیں۔ہر دیوار کے نیچے چاروں طرف ایک پیالے نما گھیرا بنا ہوا تھا تا کہ کنکریاں اس میں گر سکیں۔

ماضی میں کنکریاں مارتے وقت بہت حادثے ہوئے اور کئی لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ پہلے شیطان کی علامت کے لئے ستون تعمیر تھے۔نیز کنکریاں مارنے والوں کے لئے آنے اور جانے کا ایک ہی راستہ تھا۔چنانچہ جب لوگ کنکریاں مار کر واپس جاتے تو آنے والوں سے ٹکراؤ ہوتا اور اس مڈبھیڑ میں بھگدڑ مچ جاتی اور کئی لوگ کچلے جاتے۔اب حکومت نے ان ستونوں کو خاصی بڑی دیوار کی شکل دے دی ہے۔نیز آنے اور جانے کے راستے

الگ کردیے گئے ہیں اور سامان لانے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح کنکریاں مارنے کے لئے تین پل بنادیے گئے ہیں اور کسی بھی پل سے رمی کی جاسکتی ہے۔

میں نے ان شیطانوں کو غور سے دیکھا تو مجھے ان دیواروں میں کوئی ابلیسیت نظر نہ آئی۔ حج کے تمام مناسک دراصل علامتی نوعیت کے ہیں چنانچہ یہ شیطان بھی اصلی نہیں بلکہ علامتی تھے۔ ان شیاطین کی معروف تاریخ یہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے فرزند عزیز کو قربان کرنے کے لئے نکلے تو شیطان نمودار ہوا اور اس نے آپ کو ورغلایا اور قربانی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ آپ نے اس پر کنکریاں ماریں اور دھتکار دیا۔ آپ کچھ اور آگے بڑھے تو دوبارہ شیطان نے یہی عمل دہرایا اور آپ نے پھر اسے کنکریوں سے پرے کیا۔ تیسری مقام پر پھر شیطان نمودار ہوا اور آپ کو جھانسا دینے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے ایک مرتبہ پھر ابلیس کو دھتکار دیا۔ یہ کنکریاں اسی یاد میں ماری جاتی ہیں۔

جمرات سے واپسی پر تقریباً رات کے تین بج گئے۔ اگر یہ کراچی ہوتا تو اتنے پیدل چلنے کے بعد طبیعت خراب ہوجاتی لیکن یہاں طواف اور سعی کر کر کے پیدل چلنے کی عادت ہوچکی تھی۔ بہرحال میں گہری نیند سوگیا اور فجر کے وقت اٹھا۔ فجر پڑھنے کے بعد دوبارہ سوگیا۔ کیونکہ اگلے روز رات میں حج کی ابتدا ہونی تھی اور منیٰ کے لئے روانہ ہونا تھا۔

حج کی ابتدا

بالآخر وہ گھڑی آپہنچی جس کا انتظار تھا۔ یہ سات ذی الحج کی شب تھی۔ رات کا کھانا کھایا اور عشاء کی نماز پڑھی۔ آج کی رات منیٰ کی جانب روانگی تھی۔ میرے سب ساتھی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے بھی غسل کیا اور حج کا احرام زیب تن کرلیا۔ میرے چاروں طرف کے کمروں سے لبیک کی صدائیں آرہی تھیں۔ میں بھی تلبیہ پڑھ کر ان لوگوں کی صف میں شامل ہوگیا۔

لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ، ان الحمد النعمۃ لک والملک لاشریک لک

حاضر ہوں ، اے میرے رب میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بے شک تو ہی تعریف کے لائق ہے اور نعمت تیری ہی ہے، بادشاہی تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہ لبیک خدا کی پکار کا جواب تھی۔ اللہ نے پکارا تھا کہ آؤ میرے بندو، میری جانب آؤ، شیطان کے خلاف جنگ میں حصہ لو، اس کو آج شکست فاش سے دوچار کردو، اس کی ناک رگڑ دو، آج تم نے اپنا گھربار، بیوی بچے، زیب و زینت سب ترک کردی تو طاغوتی رغبات سے بھی دست بردار ہو جاؤ اور تمام ابلیسی قوتوں کو شکست دے دو۔ میں زبان سے لبیک کہہ رہا تھا اور دل کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

"میں حاضر ہوں اس اعتراف کے ساتھ کہ تعریف کے قابل تو ہی ہے۔ تو تنہا اور یکتا ہے، تجھ سا کوئی نہیں۔ تیرا کرم، تیری شفقت، تیری عطا، اور تیری عنایتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ تیری عظمت نا قابل بیان ہے، تیری شان لامتناہی طور پر بلند ہے، تیری قدرت ہر عظمت پر حاوی ہے، تیرا علم ہر حاضر و غائب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ تجھ سا کوئی نہیں اور کوئی تیری طرح تعریف کے لائق نہیں۔"

اب تمام زینتیں حرام ہو گئی تھیں، اب نہ کوئی خوشبو لگانی تھی، نہ بال کٹوانے نہ ناخن ترشوانے اور نہ ہی پیر اور چہرے کو ڈھانکنا تھا۔ بس ایک ہی دھن سوار تھی اور وہ یہ کہ کس طرح ازلی دشمن کو شکست سے دوچار کیا جائے۔

احرام پہننے کے بعد ہم سب بس میں بیٹھے اور منیٰ کی جانب روانہ ہوئے۔ بس لبیک کی صداؤں سے گونج رہی تھی۔ تقریباً رات ڈیڑھ بجے منیٰ کے خیموں تک پہنچے۔ ہمارا کیمپ ایکسٹنڈڈ

منیٰ یعنی مزدلفہ میں تھا۔ ہم سب نے سامان اتارا۔ میں نوجوان ساتھیوں کے ہمراہ باہر کا جائزہ لینے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اردگرد بدو عورتوں نے اسٹالز لگا رکھے تھے۔ باہر ایک چہل پہل تھی اور لگ نہیں رہا تھا کہ رات کے دو بج رہے ہیں۔ کچھ دیر مٹر گشت کرنے کے بعد ہم سب واپس آ گئے۔ بستر نہایت ہی کم چوڑائی کے تھے اور بمشکل آدمی سیدھا لیٹ سکتا تھا۔ بہر حال سونے کے لئے لیٹ گئے تاکہ صبح تازہ دم ہو کر اٹھ سکیں۔

شیطانی کیمپ کے مناظر

میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ غنودگی اور بیداری کی ملی جلی کیفیت تھی۔ اچانک میں تصور کی آنکھ سے اس جنگ کے مناظر دیکھنے لگا۔ اب منظر بالکل واضح تھا۔ اس طرف اہل ایمان تھے اور دوسری جانب شیطان کا لشکر بھی ڈیرے ڈال چکا تھا۔ شیطانی خیموں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان میں ایک ہل چل بپا تھی۔ رنگ برنگی روشنیوں سے ماحول میں ایک ہیجان کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ باہر پنڈال لگا تھا جہاں بے ہنگم موسیقی کی تھاپ پر شیطانی رقص جاری تھا۔ کچھ نیم برہنہ عورتیں اپنے مکروہ حسن کے جلوے دکھا رہی تھیں۔ ایک طرف شرابوں کی بوتلیں مزین تھیں جنہیں پیش کرنے کے لئے بدشکل خدام پیش پیش تھے۔ اس پنڈال کے اردگرد شیاطین کے خیمے نصب تھے جو مختلف رنگ اور ڈیزائن کے تھے۔

سب سے پہلا خیمہ شرک والحاد کا تھا۔ اس خیمے پر ان گنت بتوں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ خیمے میں موجود شیاطین اپنے سردار کے سامنے ماضی کی کارکردگی پیش کر رہے تھے کہ کس طرح انہوں نے انسانیت کو شرک والحاد کی گمراہیوں میں مبتلا کیا۔ نیز وہ اس عظیم موقع پر مستقبل کی منصوبہ بندی کر رہے تھے کہ آئندہ کس طرح انسانیت کو شرک میں مبتلا کرنا اور خدا کی توحید سے دور کرنا ہے۔ ان کا طریقہ واردات بہت سادہ تھا جس میں خدا کی محبت دل سے نکال کر مخلوق کی

محبت دل میں ڈالنا، خدا کے قرب کے لئے ناجائز وسیلے کا تصور پیدا کرنا، کامیابی کے لئے شارٹ کٹ کا جھانسا دکھانا وغیرہ جیسے اقدام شامل تھے۔

ایک اور خیمے پر عریاں تصاویر اور فحش مناظر کی مصوری تھی۔ یہ عریانیت کے علمبرداروں کی آماجگاہ تھی۔ ان شیاطین کے مقاصد فحاشی عام کرنا، انسانیت کو عریانیت کی تعلیم دینا، نکاح کے مقابلے میں زنا کو پرکشش کرکے دکھانا، ہم جنس پرستی کو فطرت بنا کر پیش کرنا وغیرہ تھے۔ یہاں کے عیار ہر قسم کے ضروری اسلحے سے لیس تھے۔ ان کے پاس جنسی کتابیں، فحش سائیٹس، عریاں فلمیں، فحش شاعری و ادب، دل لبھاتی طوائفیں، جنسیاتی فلسفہ کے دلائل، دجالی تہذیب کے افکار سب موجود تھے۔ ان کا نشانہ خاص طور پر نوجوان تھے جنہوں نے ابھی بلوغت کی دنیا میں قدم ہی رکھا تھا اور وہ ان کفر فروش شیاطین کے ہتھے چڑھ چکے تھے۔

ایک اور خیمے پر ہتھیاروں کی تصویر آویزاں تھی۔ یہ انسانوں کو لڑوانے والوں کا کیمپ تھا۔ یہاں کا لیڈر اپنے چیلوں سے ان کی کامیابیوں کی رپورٹ لے رہا تھا۔ چیلے فخریہ بتا رہے تھے کس طرح انہوں نے انسانیت میں اختلافات پیدا کئے، ان میں تعصب و نفرت کے بیج بوئے، ان کو ایک دوسرے کے قتل پر آمادہ کیا، انہیں اسلحہ بنانے پر مجبور کیا جنگ کے ذریعے لاکھوں لوگوں کا قلع قمع کیا۔ اس کیمپ کی ذیلی شاخ کا مقصد خاندانی اختلافات پیدا کرنا، میاں بیوی میں تفریق کرانا، ساس بہو کے جھگڑے پیدا کرنا، بدگمانیاں ڈالنا، حسد پیدا کرنا، خودغرضی اور نفسا نفسی کی تعلیم دینا تھا۔

اگلے خیمے پر بڑی سی زبان بنی ہوئی تھی جو اس بات کی علامت تھی کہ یہاں زبان سے متعلق گناہوں کی ترغیب دی جاتی ہے۔ یہاں کے شریر شیاطین اس بات پر مامور تھے کہ لوگوں کو غیبت، جھوٹ، چغلی، گالم گلوچ، فحش کلامی، بدتمیزی، لڑائی جھگڑا اور تضحیک آمیز گفتگو میں ملوث کر کے انہیں خدا کی نافرمانی پر مجبور کریں۔

ایک اور خیمے پر بلند وبالا عمارات اور کرنسی کی تصاویر چسپاں تھیں۔ یہ دنیا پرستی کو فروغ دینے اور آخرت سے دور کرنے والوں کا کیمپ تھا۔ اس کیمپ میں اسراف، بخل، جوا، سٹہ، مال سے محبت، استکبار، شان وشوکت، لالچ، دھوکے بازی، ملاوٹ، چوری وڈاکہ زنی، سود اور دیگر معاشی برائیوں کو فروغ دیئے جانے کی منصوبہ بندی ہورہی تھی۔ یہاں اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا جارہا تھا کہ انسانیت بالعموم اور مسلمان بالخصوص آخرت کو بھول چکے ہیں۔ اب ان کی اکثر سرگرمیوں کا مقصود دنیا کی شان وشوکت ہی ہے۔ نیز جو مذہبی جماعتیں دین کے لئے کام کرہی ہیں ان کی اکثریت کا مقصد بھی اقتدار کا حصول ہے نہ کہ آخرت کی فلاح بہبود۔

ایک آخری کیمپ بڑے اہتمام سے بنایا گیا تھا۔ یہ خاص طور پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے لئے بنایا گیا تھا تاکہ وہ اپنی اصلاح کرکے دنیا کی راہنمائی کا سبب نہ بن جائیں۔ یہاں مسلمانوں کو مختلف بہانوں سے قرآن سے دور رکھنے کی باتیں ہورہی تھیں، یہاں ان کو نماز روزہ حج اور زکوۃ کی ادائیگی سے روکنے کا منصوبہ تھا، یہاں انکی اخلاقی حالت کو پست کرنے کی پلاننگ تھی، انہیں آخرت فراموشی کی تعلیم دی جانی تھی، مغرب پرستی کا درس تھا، دنیا کی محبت کا پیغام تھا۔ اسی کے ساتھ ہی یہاں مسلمانوں کو فرقہ پرستی میں مبتلا کرنے کا بھی اہتمام تھا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے رہیں اور غیر مسلم اقوام تک خدا کا آخری پیغام پہنچانے سے قاصر رہیں۔

رحمانی خیموں کی کیفیت

دوسری جانب اہل ایمان بھی اپنے خیمے گاڑ چکے تھے۔ شیطان کے خلاف جنگ کا میدان سج چکا تھا۔ شیطانی کیمپ کے برعکس یہاں خاموشی تھی، سکوت تھا، پاکیزگی تھی، خدا کی رحمتوں کا نزول تھا۔ اعلیٰ درجے کے اہل ایمان تعداد میں کم تھے جبکہ اکثر مسلمان شیطان کی کارستانیوں سے نابلد، روحانی طور پر کمزور، اور نفس کی آلودگیوں کا شکار تھے۔ لیکن یہ سب مسلمان شیطان سے جنگ لڑنے

آئے تھے چنانچہ یہ اپنی کمزوریوں کے باوجود خدائے بزرگ و برتر کے مجاہد تھے۔ان فرزندان توحید کو امید تھی کہ خدا ان کی مدد کے لئے فرشتے نازل کر کے انہیں کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔

شیطان کے ہتھکنڈوں سے نمٹنے کے لئے اللہ مسلمانوں کو پہلے ہی کئی ہتھیاروں سے لیس کر چکے تھے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔شرک والحاد کا توڑ اللہ کی وحدانیت ،اسے تنہا رب ماننے اور اسے اپنے قریب محسوس کرنے میں تھا۔ فحاشی و عریانی کی ڈھال نکاح ،روزے، نیچی نگاہیں اور صبر کی صورت میں موجود تھی۔فرقہ واریت کا توڑ اخوت و بھائی چارے اور یگانگت میں تھا۔معاشی بے راہ روی کا علاج توکل وقناعت میں پوشیدہ تھا۔دنیا پرستی کا توڑ آخرت کی یاد تھی۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے علم میں تو تھا لیکن شیطان کے بہکاووں نے ان تعلیمات کو دھندلا کر دیا تھا۔ایک قلیل تعداد کے علاوہ اکثر مسلمان ان احکامات کو فراموش کر چکے تھے یا پھر ان کے بارے میں لاپرواہی اور بے اعتنائی کا شکار تھے۔

منیٰ کے میدان میں یہ سب فرزندان توحید اسی لئے جمع ہوئے تھے کہ وہ اللہ سے کئے ہوئے عہد کو یاد کریں،وہ اس کے احکامات پر غور کریں،وہ اس کی پسند و ناپسند سے واقفیت حاصل کریں اور اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگ کر آئندہ شیطان کے چنگل سے بچنے کی تربیت حاصل کریں۔ یہاں اہل ایمان کے ہتھیار توکل ،تفویض ،رضا،تقویٰ ،قنوت ،توبہ اور صبر کی صورت میں ان کے ساتھ تھے۔ان کی مدد سے وہ طاغوتی لشکروں کے حملوں کا جواب دینے کیلئے تیار تھے۔چنانچہ اہل ایمان کے خیموں سے لبیک کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔وہ سب اپنے رب کی مدد سے اس جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے بے چین تھے۔

منیٰ کی صبح

صبح فجر کی نماز پڑھی اور دوبارہ سونے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔چنانچہ میں قریب نو بجے

اٹھا تو سب لوگ خیمے میں سو رہے تھے۔ مجھے نیند آنا مشکل تھی لہذا میں باہر نکلا۔ میں نے بیگم سے کہا کہ باہر چلتے ہیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ میں اکیلا ہی اپنے بیگ میں دعاؤں کی کتاب حصن حصین لے کر نکلا۔ باہر کا موسم بہت سہانا تھا اور آسمان ابر آلود تھا۔ باہر بے شمار لوگ زمین اور ٹیلوں پر لیٹے اور بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے بھی سوچا کہ کسی پہاڑی پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا کروں۔ میں خیمے کی بائیں جانب چلنے لگا۔ کافی دور جا کر ایک پہاڑی نظر آئی جو موزوں لگی۔ میں نے اس پر چڑھنے کا ارادہ کر لیا۔

پہاڑ پر چڑھنے کا میرا کافی وسیع تجربہ تھا اور میں اس قبل مری، حسن ابدال، کاغان، ناران، سوات اور نورانی کے پہاڑوں پر چڑھ چکا تھا۔ لیکن مکہ کے یہ پہاڑ کالے پتھروں کی چٹانوں کے بنے ہوئے تھے جن پر چڑھنا خاصا دشوار تھا۔ نیز احرام کی بنا پر تو چلنا دشوار معلوم ہوتا تھا چہ جائیکہ اوپر چڑھا جائے۔ بہر حال ایک جگہ منتخب کی اور اوپر چڑھنا شروع کیا۔ ایک دفع تو سلپ ہوتے ہوتے بچا لیکن دوسری کوشش میں اللہ نے مشکل آسان کر دی اور میں اوپر آ ہی گیا۔ میں نے وہاں پڑا ہوا ایک گتا اٹھایا اس پر پر بیٹھنے کا قصد کیا۔

یہاں کافی بڑی تعداد میں لوگ براجمان تھے۔ کچھ لوگوں نے چھوٹے چھوٹے سفری خیمے نصب کئے ہوئے تھے۔ یہ زیادہ تر وہ لوگ تھے جو معلم کے بغیر حج کر رہے تھے اور یہ غیر قانونی طور پر آئے تھے۔ سعودی حکومت کی جانب سے پابندی ہے کہ حج کرنے کے بعد پانچ سال تک کوئی اور حج نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ ان حاجیوں کو موقع فراہم کرنا ہے جو اپنا فرضی حج کر رہے ہوں۔ یہ غیر قانونی لوگ خفیہ راستوں سے کچھ رقم دے کر حج کرنے آجاتے ہیں۔ لیکن ان پر ایک گروہ یہ تنقید کرتا ہے کہ ان کا رویہ درست نہیں کیونکہ اس طرح وہ حکومت وقت کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ دوسری جانب وہ فرضی حج کرنے والے حاجیوں کے وسائل پر بھی تصرف کرتے ہیں جو مناسب نہیں۔

میرے سامنے لوگوں کا ایک جم غفیر تھا چنانچہ میں نے یکسوئی حاصل کرنے کے لئے رخ تبدیل کرلیا۔ اب میرے سامنے ایک انتہائی بلند پہاڑ تھا۔ آسمان ابھی تک کچھ حصے چھوڑ کر بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے حصن حصین کی کتاب نکالی۔ یہ کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ میں نے اس میں سے دعائیں منتخب کیں اور حمد و ثنا میں مصروف ہوگیا۔

ہمارے ہاں دعا کو انتہائی محدود معنوں میں لیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب مال، اولاد، صحت اور دنیاوی مقاصد کی تکمیل کے لئے اللہ کو پکارا جانا سمجھا جاتا ہے۔ نیز کچھ لوگ آخرت اور جنت کی کامیابی بھی مانگ لیتے ہیں لیکن دعا کا ایک انداز کچھ اور بھی ہے۔ یہ دعا اللہ سے باتیں کرنے کا نام ہے۔ یہ اپنے دل کی بات کہنے کا نام ہے۔ یہ خدا کی حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل، اس کی بڑائی بیان کرنے کا موقع ہے۔ اس کی جھلک اگر دیکھنی ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ارد گرد کا ماحول انتہائی روح پرور تھا چنانچہ جلد ہی روحانیت کے دریچے کھلنے لگے۔ خدا کی عظمت پہاڑ کی شکل میں میرے سامنے موجود تھی۔ اس کی رحمت بادلوں کی صورت میں سایہ فگن تھی، اس کی محبت احساسات کی شکل میرے ذہن میں تھی، اس کی عنایت یاد کی صورت میں مرے دل میں تھی۔

میں رب سے باتیں کرتا رہا اور وہ مجھے اشاروں کنایوں میں جواب دیتا رہا۔ میں بولتا رہا وہ سنتا رہا۔ پھر اس نے جواب دیا اور میں نے سنتا رہا۔ وہ مجھے میری خطائیں، میرے جرائم، میری سرکشیاں، میری ہٹ دھرمی، میری چالاکیاں گنواتا رہا اور میں کہتا رہا کہ میں خطا کرتا ہوں اور تو معاف کر دیتا ہے۔ میں چالاکی دکھاتا ہوں اور تو نظر انداز کرتا ہے، میں بھول جاتا ہوں پر تو یاد رکھتا ہے، میں گناہ کرتا ہوں پر تو پکڑتا نہیں، میں جرم کرتا ہوں اور اور تو لاتثریب کہہ کر چھوڑ دیتا ہے۔ کیونکہ تو عظیم ہے اور میں رذیل، تو آقا ہے اور میں غلام ابن غلام، تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور میں فقیروں سے بھی حقیر، تو بے حساب عطا کرنے والا ہے، تیرا عرش سب سے بلند ہے،

تیرے قبضے میں سب کچھ ہے، تو آسمان و زمین کی ہر شے کا مالک ہے جبکہ میری ملک میں ایک ذرہ بھی نہیں۔ تیرا اذن و اختیار ہر شے پر ہے جبکہ میری قدرت انگلی کو ہلانے تک کی نہیں۔ زمین و آسمان اور ساری کائینات کی بادشاہی آج بھی تیری ہے اور کل بھی تیری ہی ہوگی۔ تیری باتیں لکھنے کے لئے اگر تمام ورخت قلم اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی تیری تعریف بیان نہیں جاسکتی۔ پس تو تو ہے اور میں میں۔ میں خطا کرتا ہوں اور تو معاف کرتا ہے۔

اردگرد کا ماحول مزید خوشگوار ہو گیا تھا اور بادل اب پورے آسمان پر چھا چکے تھے۔ وہاں پہاڑ پر میں دو تین گھنٹے بیٹھا روتا رہا گڑگڑاتا رہا۔ اپنی گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہی مجھے بادلوں کی گڑگڑاہٹ بھی سنائی دی۔ پہلے تو میں یہ سمجھا کہ میرا وہم ہے کیونکہ اس صحرا میں کہاں بارش ممکن تھی۔ کچھ دیر بعد یہ گڑگڑاہٹ بڑھی اور میری تشویش میں اضافہ ہونے لگا۔ بارش اگر شروع ہو جاتی تو پہاڑ سے نیچے اترنا خاصا دشوار ہوتا نیز میں اپنے خیمے سے کافی دور تھا جبکہ وہاں جگہ جگہ بورڈ لگے تھے کہ بارش کی صورت میں اپنے خیمے سے نہ نکلیں کیونکہ منیٰ نشیب میں تھا اور سیلاب کا قوی امکان تھا۔ چنانچہ میں نے واپسی کا سفر باندھا اور بارش سے قبل ہی خیمے میں پہنچ گیا۔

منیٰ کا خیمہ

خیمے میں اب بھی اکثر لوگ سو رہے تھے۔ کچھ دیر بعد مجھے باتھ روم جانے کی حاجت ہوئی لیکن باتھ رومز کا تو منظر ہی کچھ اور تھا۔ وہاں طویل لائینیں لگی ہوئی تھیں۔ بہرحال فراغت کے بعد واپس ہی آیا تھا کہ بارش شروع ہوگئی۔ یہ بارش قریب بارہ بجے تیز ہوئی اور عصر تک جاری رہی۔ خیموں میں پانی تو نہیں بھرا البتہ عورتوں کی جانب پانی آ گیا۔ لوگ بارش کے نافع ہونے کے لئے اور اس کے ضرر سے بچنے کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ بارش کافی طوفانی تھی اور جدہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ خدا خدا کرکے بارش رکی۔ اور سب نے

اطمینان کا سانس لیا۔ بعد میں علم ہوا کہ اس بارش سے خاص طور جدہ میں بڑی تباہی ہوئی ہے اور ہزاروں لوگ اس سیلاب کی نظر ہو گئے۔

حج کا فرض اسلام سے قبل بھی ادا کیا جاتا تھا اور مشرکین مکہ منی میں قیام کے دوران شعرو شاعری کی محفلیں منعقد کرتے، اپنے آباو اجداد کے قصے بیان کرتے، جگت بازی کرتے، کہانیاں و قصے بیان کرتے اور دیگر باتوں میں اپنا وقت ضائع کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے قرآن میں ان کے رویے پر تنقید کی اور مسلمانوں کو ان خرافات سے بچنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت بھی کہ اللہ کا ذکر اپنے آباو اجداد کے ذکر سے بڑھ کر کرو اور اللہ کی حمد و ثنا کرو۔

میں نے مشاہدہ کیا کہ مسلمانوں کی اکثریت اس حکم پر عمل کرنے سے قاصر تھی۔ کوئی فون پر باتوں میں مشغول تھا تو کوئی سیاست پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔ کسی کو اپنے بچے یاد آرہے تھے تو کوئی وقت پاس کرنے کے لئے اونگھ رہا تھا۔ کبھی کبھی لبیک کی صدائیں بلند ہو جاتی تھیں اور اس کے بعد پھر وہی دنیا۔ حالانکہ یہ وہ موقع تھا کہ لوگ اپنا احتساب کرتے، اپنے گناہوں کی لسٹ بنا کر ان پر توبہ کرتے، انہیں دور کرنے کی پلاننگ کرتے۔ اچھائیوں کو اپنانے کا عہد کرتے، نیکیوں میں سبقت لے جانے کی منصوبہ بندی کرتے۔ سب سے بڑھ کر اللہ کو یاد کرتے، اس کی حمد و ثنا کرتے، اس کی بڑائی بیان کرتے، اس سے محبت کا اظہار کرتے، اس کی رحمتوں کو گن کر شکر کرتے اور آئندہ ہر مشکل میں اس پر توکل کے ساتھ صبر کرنے کا عزم کرتے۔ انہی اقدام کی بدولت وہ طاغوت کے خلاف جنگ میں اس حج کے موقع پر کامیاب ہو سکتے اور جنت کے حصول کی تمنا کر سکتے تھے۔ اس قسم کا ذوق لوگوں میں اسی وقت پیدا کیا جا سکتا تھا جب انہیں اس بارے میں تربیت فراہم کی گئی ہو۔ لیکن ہمارے مذہبی حلقے میں عام طور پر ظاہری فقہ کی تو تعلیم دی جاتی ہے لیکن باطن کی صفائی کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور لوگوں کو بغیر کسی تعلیم و تربیت کے یونہی چھوڑ دیا جاتا ہے۔

عرفات میں پڑاؤ

۸ ذی الحج کا پورا دن بارش کی نظر ہوا اور مغرب تک مطلع صاف ہو چکا تھا۔ اکثر لوگ منیٰ میں نمازیں اپنے اپنے وقت پر قصر کر کے پڑھتے ہیں۔ البتہ احناف نماز قصر نہیں کرتے بلکہ وہ پوری ہی نماز پڑھتے ہیں۔ منیٰ میں ایک عجیب خبر سنی۔ اسمٰعیل صاحب جنہیں اسپتال میں داخل کرا دیا تھا ان کے بارے میں رافع نے بتایا کہ وہ اسپتال سے فرار ہو چکے ہیں تاکہ حج کے مناسک انجام دے سکیں۔ رافع نے مزید کہا کہ ان کا ہم سے ملنا خاصا مشکل ہے کیونکہ ان کے پاؤں چلنے کا قابل نہیں تھے۔

عشاء کی نماز کے بعد اگلی منزل عرفات کا میدان تھا۔ بس تقریباً بارہ بجے رات میں آئی اور ہم لوگ بس میں سوار ہو گئے۔ کچھ لوگ بس میں بیٹھنے سے رہ گئے اور دوسری بس کا انتظار کرنے لگے جبکہ کچھ نوجوان چھت پر بھی بیٹھ گئے۔ عرفات پہنچتے پہنچتے رات کے دو بج چکے تھے۔ وہاں کے خیموں میں زمین پر قالین بچھی ہوئی تھی جو بارش کے باعث گیلی ہو گئی تھی۔ چار سو اندھیرے کا راج تھا۔ میں نمی سے بچنے کے لئے چٹائی بچھا کر لیٹ گیا۔

نیند دوبارہ کچی پکی آرہی تھی۔ میرے تخیل میں دوبارہ اسی تمثیلی جنگ کا نقشہ سامنے آنے لگا۔ ابلیس کی افواج بھی اپنا پڑاؤ بدل کر عرفات پہنچ چکی تھیں۔ ان شریروں کا مقصد حاجیوں کو تزکیہ و تربیت حاصل نہ کرنے دینا اور مناسک حج کی ادائیگی میں خلل پیدا کرنا تھا۔ لیکن اس مرتبہ شیطانی کیمپ میں ایک اضطراب اور بے چینی تھی۔ رحمانی لشکر اپنی پوزیشن لے چکا تھا۔ اور اب وہ ایسے میدان میں تھا جو خدا کی رحمتوں کا منبع تھا۔ آج کے دن خدا نے بے شمار لوگوں کو جہنم سے آزادی کا پروانہ دینا تھا۔ آج فرشتوں کے نزول کا دن تھا۔ چنانچہ شیطان کو اپنی شکست سامنے نظر آرہی تھی لیکن وہ اپنی اسی ہٹ دھرمی پر اڑا ہوا تھا۔ اس کے چیلے گشت کر رہے تھے اور اپنے شکار منتخب کر رہے تھے۔ ان کا نشانہ زیادہ تر کمزور مسلمان تھے جو علم و عمل میں کمزور تھے۔ یہ وہ مسلمان

تھے جنہوں نے دین کا درست علم حاصل نہیں کیا تھا اور زیادہ تر نفس کے تقاضوں کے تحت ہی زندگی گذاری تھی۔ اس سے بڑھ یہ کہ یہ لوگ اس عظیم جہاد کی حقیقت سے بھی نابلد تھے۔

عرفات کی صبح

صبح میری آنکھ کھلی تو فجر پڑھی اور پھر سو گیا۔ پھر صبح کو گیارہ بجے آنکھ کھلی۔ دیکھا تو اسمٰعیل صاحب سامنے بیٹھے تھے۔ وہ اسپتال سے فرار ہوکر ہمارا کیمپ جوائن کر چکے تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے معجزوں پر ایک بار پھر یقین آ گیا۔ اللہ نے انکے جذبے کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے پیروں کو چلنے کی طاقت بھی عطا کی اور عافیت کے ساتھ کیمپ بھی پہنچا دیا۔

صبح اٹھ کر ہلکا پھلکا ناشتہ کیا۔ اسی اثناء میں میرے ہم زلف آفتاب کا فون آیا۔ وہ بھی حج کرنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھا اور مجھے مسجد نمرہ بلا رہا تھا۔ میں نے انکار کر دیا کیونکہ مسجد نمرہ میرے کیمپ سے خاصی دور تھی اور وہاں بھٹک جانے کا اندیشہ تھا۔

عرفات کا میدان کافی بڑا ہے اور اس میں لاکھوں حجاج کو سمو لینے کی گنجائش ہے۔ اس میں ایک پہاڑی جبل رحمت ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری خطبہ دیا تھا۔ یہاں ایک مشہور مسجد مسجد نمرہ موجود ہے جہاں امام حج کا خطبہ دیتا ہے۔ یہ امام امت مسلمہ کا لیڈر یا اس لیڈر کا نمائندہ ہوتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو خدا سے کیا ہوا عہد یاد دلاتا، انہیں شیطان اور نفس کے فریب سے بچنے کی ترغیب دیتا اور شیطان کو اس علامتی جنگ میں شکست دینے کی ہدایات جاری کرتا ہے۔

میں نے اردگرد کا جائزہ لیا تو وہاں شامیانے لگے ہوئے تھے۔ قریب میں بنگالی بھائیوں کے کیمپ بھی تھے۔ باتھ روم اس مرتبہ خالی تھے اور کوئی لائین نہیں لگی ہوئی تھی۔ دھوپ خاصی تیز تھی جس کی بنا پر گیلے قالین سوکھ چکے تھے۔ مولانا یحیٰی نے بتایا کہ وقوف عرفہ کا وقت زوال کے فوراً بعد شروع ہوجاتا اور غروب آفتاب تک جاری رہتا ہے۔ یہاں حاجی کا قیام حج کا رکن اعظم

ہے اور اگر کوئی حاجی یہاں وقف کرنے سے رہ جائے تو تو اس کا حج نہیں ہوتا۔ یہاں مناسب تو یہی ہے کہ کھلے آسمان کے نیچے برہنہ پا کھڑے ہوکر دعائیں مانگی جائیں لیکن تھکاوٹ کی صورت میں بیٹھنا یا لیٹنا ممنوع نہیں۔ یہاں ظہر اور عصر کی نمازیں قصر کرکے اور ملا کر یعنی ایک ہی وقت میں پڑھتے ہیں البتہ احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔

جتنی دعائیں یاد تھیں۔۔۔

ظہر کے بعد وقف شروع ہوگیا۔لوگ باہر نکل کر بلند آواز میں دعائیں کررہے تھے جس سے اردگرد کے لوگ ڈسٹرب ہورہے تھے۔ میں نے سوچا کہ کوئی گوشہ تنہائی تلاش کی جائے چنانچہ میں بس اسٹینڈ کے پیچھے جگہ تلاش کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ موسم خوشگوار ہو چلا تھا اور بادلوں کی آمدورفت تھے۔کافی دور چلنے کے باوجود مجھے کوئی مناسب جگہ نہ مل پائی چنانچہ میں واپس کیمپ میں ہی آگیا۔ یہاں کھانا کھایا اور پھر برہنہ پا ہوکر باہر نکلا اور قبلہ کی طرف رخ کرکے کھڑا ہوگیا۔ یہاں رب کی حمد وثنا یان کی اور اور دعاؤں میں مشغول ہوگیا۔ میں کہتا رہا:

"میں حاضر ہوں تیرے احسان کے بوجھ کے ساتھ کہ یہ ساری نعمتیں تیری ہی عطا کردہ اور عنایت ہیں۔میری آنکھوں کی بینائی تیری دین، میرے کانوں کی سماعت تیری عطا، میرے سانسوں کے زیرو بم تیرا کرم، میرے دل کی دھڑکن تیری بخشش، میرے خون کی گردش تیری سخاوت، میرے دہن کا کلام تیرا لطف، میرے قدموں کی جنبش تیرا احسان ہے۔کوئی ان کو بنانے میں تیرا ساجھی، تیرا معاون اور شریک نہیں۔

میں حاضر ہوں اس عجز کے ساتھ کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ تیری ملکیت ہے، یہ زمین تیری، آسمان تیرا، سورج، چاند ستارے تیرے، پہاڑ تیرے، میدان تیرے، دریا و سمندر تیرے ہیں۔یہ میرا گھر، میرا مال، میری دولت، میرا جسم، میرے اہل وعیال میرے نہیں تیرے ہیں۔

کوئی ان کو بنانے اور عطا کرنے میں تیرا شریک نہیں۔ پس تیرا اختیار ہے تو جس طرح چاہے اپنی ملکیت پر تصرف کرے۔

میں حاضر ہوں اپنے تمام گناہوں کے بار کیساتھ کہ تو انہیں بخش دے، اپنی تمام خطاؤں کے ساتھ کہ تو انہیں معاف کردے، اپنے تمام بدنما داغوں کے ساتھ کہ تو انہیں دھودے، اپنی تمام ظاہری و باطنی بیماریوں کے ساتھ کہ تو ان کا علاج کردے، اپنے من کے کھوٹ کے ساتھ کہ تو اسے دور کردے، اپنی نگاہوں کی گستاخیوں کے ساتھ کہ تو ان سے چشم پوشی کرلے، اپنی کانوں کی گناہ گار سماعت کے ساتھ کہ تو اس کا اثر ختم کردے، اپنے ہاتھوں کی ناجائز جنبشوں کے ساتھ کہ تو ان سے درگذر کرلے، اپنے قدموں کی گناہ گار چال کے ساتھ کہ تو انہیں اپنی راہ پر ڈال دے اور بدکلامی کرنے والی زبان کے ساتھ کہ تو اس کو اپنی باتوں کے لئے خاص کرلے۔

میں حاضر ہوں اور پناہ میں آتا ہوں تیری رضا کے کہ تیرے غصے سے بچ سکوں، اور تیری مغفرت کی کہ تیرے عذاب سے دور رہوں، اور میں تیرے غضب سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری تعریف کر ہی نہیں سکتا پس تو ایسا ہے جس طرح تو نے اپنی تعریف خود کی ہے۔

میں حاضر ہوں شیطان سے لڑنے کے لئے، نفس کے ناجائز تقاضوں سے نبٹنے کے لئے، خود کو تیرے سپرد کرنے کے لئے اور اپنا وجود قربان کرنے کے لئے۔ پس اے پاک پروردگار! میرا جینا، میرا مرنا، میری نماز، میری قربانی، میرا دماغ، میرا دل، میرا گوشت، میرا لہو، میرے عضلات اور میری ہڈیاں غرض میرا پورا وجود اپنے لئے خاص کرلے۔

حاضر ہوں، اے میرے رب میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بے شک تو ہی تعریف کے لائق ہے اور نعمت تیری ہی ہے، بادشاہی تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔"

اہل ایمان ادھر خدا سے مناجات میں مصروف تھے اور دوسری جانب طاغوتی لشکر اپنے کام میں مصروف تھا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں کو شیطانی چیلے یہ درس دے رہے تھے کہ اب بہت دعا مانگ لی اب بس کرو، کچھ کو انہوں نے دنیاوی باتوں میں مصروف کر رکھا تھا، کچھ کو کھانے پینے میں لگا دیا تھا تو کچھ کو تھکاوٹ کا احساس دلا کر نڈھال کرنے کی سعی کی تھی۔

مغرب کا وقت

سورج اپنی منزل جانب رواں دواں تھا اور اہل ایمان اپنی منزل کی جانب۔ ارد گرد لوگ تھک کر بیٹھ گئے تھے اور کچھ باتوں میں مصروف تھے۔ اصل میں وہی مسئلہ سامنے آیا کہ ہمارے مسلمان بھائی دعا کے فلسفے سے نا آشنا ہونے کی بنا پر کچھ ہی دیر میں دعا سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ کچھ دیر بعد مولانا مکی نے اجتماعی دعا کرائی جو خاصی رقت آمیز تھی۔ اس نے کئی آنکھوں کو اشکبار کر دیا۔ دعا کے دوران مغرب ہوگئی لیکن اب رب کا حکم یہ تھا کہ یہ مغرب مؤخر کرنی ہے اور اسے اگلے پڑاؤ مزدلفہ میں جا کر ادا کرنا ہے۔

مزدلفہ میں زندگی موت کی کشمکش

اب اگلی منزل مزدلفہ کا میدان تھا۔ یہاں سے ہمارا قافلہ دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔ ایک وہ لوگ جو تھے جو بس میں جا رہے تھے اور دوسرے وہ لوگ تھے جو پیدل روانہ ہو رہے تھے۔ میں بھی پیدل مسافرین میں تھا کیونکہ سنا تھا کہ بس کافی دور اتارتی ہے اور اس میں خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ ہمارا قافلہ ۱۵۴ افراد پر مشتمل تھا۔ یہاں سے ہمیں قریب پانچ کلومیٹر کا سفر طے کرنا تھا۔ ہمارا خیمہ ایکسٹنڈڈ منیٰ یعنی مزدلفہ ہی میں تھا چنانچہ ہمیں وہیں پہنچنا تھا۔

جب میں عرفات سے نکل رہا تھا تو دل میں خیال آیا کہ لوگ بلاوجہ حج سے ڈراتے تھے کہ یہاں بہت رش ہوتا ہے بالخصوص عرفات سے مزدلفہ جاتے وقت بڑا رش ہوتا ہے۔ لیکن مجھے تو

ایسا کچھ بھی ابھی تک دکھائی نہیں دیا تھا۔لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوااور اگلے مرحلے میں وہ سب کچھ نظر آ گیا جس کا لوگ ذکر کرتے تھے۔

ہمارا قافلہ مولانا یحیٰ کی سربراہی میں مزدلفہ کی جانب رواں دواں تھا۔ایک جم غفیر طریق المشا یعنی پیدل چلنے والوں کے راستے پر رواں دواں تھا۔ہم نے رش سے بچنے کے لئے بائیں جانب کا راستہ لیا جہاں مسجد نمرہ کا بھی قریب سے دیدار کیا۔راستے میں آدھے گھنٹے کے لئے رکے تا کہ تازہ دم ہو لیں۔پھر دوبارہ سفر شروع کیا۔ہمارے ساتھ خواتین بھی تھیں اور ایک چھ ماہ کی بچی بھی تھی جس کو پرام میں ڈال کر اس کے والدین گھسیٹ رہے تھے۔اس کے ساتھ ہی ایک وہیل چیئر بھی تھی جس پر ایک بزرگ کو بٹھایا ہوا تھا اور نوجوان باری باری انہیں دھکیل رہے تھے۔

اب تک سب کچھ ٹھیک تھا۔لیکن جونہی مزدلفہ کی حدود میں داخل ہوئے تو نقشہ ہی بدل گیا۔ لوگوں کی ایک کثیر تعداد راستے ہی میں لیٹی ہوئی تھی جس کی بنا پر پیدل چلنے والوں کو راستہ ملنا مشکل تھا۔آگے راستہ تنگ ہوتا جا رہا تھا۔اس پر طرفہ تماشا یہ ہوا کہ گروپ کے نوجوانوں نے خواتین اور بچوں کو محفوظ کرنے کے لئے ہاتھوں کا ایک حصار بنالیا جو ایک غلط طرز عمل تھا کیونکہ اس سے راستہ مزید تنگ ہو رہا تھا۔ہمارے لیڈر صاحب جو جھنڈا لے کر آگے جا رہے تھے وہ بار بار گروپ سے آگے نکل جاتے تھے اور ان کو رکنا پڑتا تھا۔سامنے ایک بس کھڑی تھی جس کی بنا پر راستہ مزید تنگ ہو گیا تھا۔آگے رش بڑھتا گیا یہاں تک کہ بوٹل نیک کی صورت حال پیدا ہو گئی اور دم گھٹنے لگا۔جب ہم کھڑی ہوئی بس کے نزدیک آئے تو انتہا ہو گئی اور سامنے ایک ریلے سے مڈبھیڑ ہو گئی اور میں گرتے گرتے بچا۔دم گھٹنے لگا اور خاص طور پر عورتیں اور بچے بلبلا اٹھے۔

مجھے یوں لگا کہ شاید یہ ہمارا آخری سفر ہو۔آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف لوگوں کا اژدہام تھا اور کہیں کوئی فرار کی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔بس ایسے میں خدا ہی سہارا تھا جس کی راہ میں ہم

نے یہ سفر شروع کیا تھا۔ کچھ دیر بعد تھوڑی کشادگی ملی تو علم ہوا کہ بچے کی پرام ٹوٹ چکی ہے ۔ پھر ہم سب نے اپنے بوجھ ہلکے کرنا شروع کئے اور میں نے بھی ایک تھیلا جس میں جائے نماز اور چٹائی تھی وہ پھینک دیا۔ کچھ دور اور آگے بڑھے تو اللہ نے معاملہ آسان کر دیا اور کشادگی میسر آ گئی ۔

اس گھمسان میں ہم سمت بھول چکے تھے کہ ہمارا خیمہ کدھر ہے ۔ بس ناک کی سیدھ میں چلتے رہے ۔ یہاں تک کہ منٰی کے خیمے دکھائی دینے لگے ۔ کچھ جان میں جان آئی ۔ عرفات سے مسلسل چلتے ہوئے پانچ گھنٹے ہو چکے تھے اور اقدام شل ہو گئے تھے ۔ بہر حال منٰی کے خیمے نزدیک آتے گئے ۔ یہاں تک کہ ایک ٹیلے کو کراس کر کے ہم پہاڑ پر چڑھ گئے اس وقت ساڑھے بارہ بج رہے تھے ۔ گویا یہ زندگی اور موت کا سفر ساڑھے چھ گھنٹوں میں اختتام پذیر ہوا۔

یہ تو پیدل چلنے والوں کا حال تھا۔ جو لوگ بس میں آ رہے تھے انکی حالت ہم سے بھی ابتر تھی ۔ بس نے انہیں نا معلوم مقام پر اتار دیا تھا جہاں سے خیمے تک کا راستہ ٹیڑھا میڑھا تھا ۔ لہٰذا اکثر لوگ بھٹک کر ادھر ادھر نکل کھڑے ہوئے اور جس کا جدھر سینگ سمایا نکل کھڑا ہوا۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ تو فجر کے بعد منزل تک پہنچے ۔

شیطانی و رحمانی لشکر کی روداد

رات کو مغرب اور عشاء ملا کر ادا کی اور پھر سونے کے لئے لیٹ گئے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات عبادت نہیں کی تھی حالانکہ تہجد بھی جو آپ کا معمول تھا وہ نہیں پڑھی تھی ۔ میں جب نیند کے عالم میں گیا تو شیاطین کے کیمپ تصور میں آنے لگے ۔ وہاں ابتری پھیل چکی تھی ۔ اہل ایمان میں سے جو چنے ہوئے لوگ تھے انہوں نے تو اللہ سے اپنے عہد کی تجدید کر لی تھی ، اپنے نفس کی کڑی دھوپ میں کھڑے رہنے کی تربیت کی ، بھوک کو برداشت کیا ، جنسی تقاضوں کو تھام کر رکھا اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی دعا کی ۔ وہاں انہوں نے اپنے گناہوں سے توبہ اور آئندہ گناہ نہ

کرنے کا عزم کرلیا تھا۔اب وہ اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کر کے اگلے مورچے پر طاغوت کو شکست دینے کے لئے تیار تھے۔ گویا انہوں نے خدا کی مدد سے عرفات کا میدان مار لیا تھا۔اب انہوں نے خیمے چھوڑ دئے تھے اور کھلے آسمان تلے فیصلہ کن معرکے کے لئے تازہ دم ہو رہے تھے۔ دوسری جانب کمزور مسلمان بھی ان چنے ہوئے لوگوں کی معیت میں تھے اور انہوں نے بھی حتی المقدور ان کی تقلید کی کوشش کی اور خدا کی رضا کی اپنے تیئں پوری کوشش کر ڈالی۔لیکن آج خدا کی رحمتوں کے نزول کا وقت تھا اور یہ رحمتیں کمزور و طاقتور ہر طرح کے مسلمان کے لئے نازل ہو رہی تھیں اور ہر ایک اپنی استطاعت کے مطابق ان سے فیض یاب ہو رہا تھا۔

ادھر شیطانی کیمپوں کی حالت ابتر تھی۔آسمانی فرشتوں نے شیاطین کا ناطقہ بند کر دیا تھا اور وہ ان پر تازیانے برسا رہے تھے۔چنانچہ طاغوتی کیمپ میں ایک صف ماتم بچھی تھی۔کوئی اپنے زخموں کو سہلا رہا تھا تو کوئی اپنا خون چاٹ رہا تھا۔وہاں کے ہر ابلیس پر ایک مایوسی اور افسردگی طاری تھی۔ان کی پوری کوشش تھی کہ اہل ایمان کے لشکر کو اگلے مورچے تک جانے سے روکا جائے لیکن اب انہیں کوئی نہیں روک سکتا تھا کیونکہ خدا ان کے ساتھ تھا۔اب بس سورج نکلنے کی دیر تھی کہ شیطان پر سنگ باری شروع ہو جانی تھی۔

سنگ باری

صبح ہم نے فجر کی نماز پڑھی۔کچھ دیر وقوف کیا اور پھر سو گئے اور دس بجے اٹھے۔اتنا پیدل چلنے کے بعد عام حالات میں تو شاید اسپتال جانا پڑتا لیکن اللہ کے کرم سے تھکن دور ہو چکی تھی۔ اگلا معرکہ رمی کرنے کا تھا یعنی شیطان کو کنکریاں مارنا۔بچپن سے میں یہ قصے سنتے آ رہا تھا کہ رمی میں بھگدڑ مچ جاتی ہے اور کئی لوگ کچل کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ کئی سال پہلے بھی یہ واقعہ ہو چکا تھا۔ایک بڑا سانحہ ۲۰۰۵ میں شاید پیش آیا تھا جس میں سیکڑوں افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ایک

صاحب جنہوں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ بھی ہمارے ساتھ تھے ۔وہ بتانے لگے کہ کس طرح لاشیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں اور کمانڈوز آ گئے تھے۔ یہ سب سن کر عجیب سا خوف پیدا ہو رہا تھا اور واقعی یہ لگ رہا تھا کہ ہم شیطان کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں ۔ کچھ لوگ پہلے ہی رمی کے لئے نکل چکے تھے اور ہمیں رافع کے ساتھ ایک بجے روانہ ہونا تھا۔ ابھی ہم نے ظہر کی نماز پڑھی ہی تھی کہ اچانک بارش شروع ہوگئی ۔رافع نے بتایا کہ بارش کی صورت میں رمی انتہائی دشوار ہو جاتی ہے اور حادثے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ بہر حال خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے شیطان پر سنگباری تو کرنی ہی تھی۔

تقریباً ایک بجے ایک مرتبہ پھر ہمارا قافلہ لدھیانوی ٹریولرز کے جھنڈے تلے نکلا۔ اس مرتبہ ہمارے ساتھ تیس افراد موجود تھے ۔میں نے چونکہ جمرات دیکھا ہوا تھا اس لئے رافع سے اکیلے جانے کی اجازت لی تا کہ جلد جمرات تک پہنچ سکوں۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ چنانچہ میں اپنی بیوی کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

شیطان کی شکست

ایک بار پھر مرتبہ لبیک کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں ۔ چاروں طرف کفن پوش سرفروشان اسلام شیطان کی ناک رگڑنے کے لئے چل رہے تھے ۔قافلہ دھیمے دھیمے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس رحمانی لشکر کے جوش کے باوجود ابلیسی افواج کے ہر کارے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے باز نہیں آرہے تھے۔ چنانچہ ان کی کوشش تھی کہ مختلف رنگ ونسل کے مسلمانوں میں فساد پیدا کردیں، وہ انہیں نظم وضبط کی خلاف ورزی کروا کر بھگدڑ مچوا دیں، انہیں دنیاوی باتوں میں مشغول کریں، انہیں آنکھوں کے زنا میں مبتلا کردیں، وہ اپنی زبان سے لوگوں کی غیبت کریں، وہ دوسری قوم کے لوگوں کے بارے میں بدگمانی کریں، وہ کالوں کو دیکھ کر ان کو حقیر سمجھیں اور سب سے بڑھ کر

حج کے فلسفے سے غافل ہو کر اسے ایک رسم کے طور پر ادا کریں۔

لیکن شیطان کے وسوسوں، ڈراووں، لالچوں کے باوجود حجاج اس مقام تک پہنچ چکے تھے۔ وہ خدا کے حکم کے مطابق پچھلے تمام محاذوں پر شیطان کو شکست دیتے چلے آئے تھے اب یہ مرحلہ بھی آہی گیا تھا۔ یہاں بھی ان کا ہتھیار توکل تھا۔ انہیں خدا کی مدد پر بھروسہ تھا۔ میں نے تصور میں شیطانی لشکر کو دیکھا تو وہ بزدلوں کی طرح پسپائی رہا تھا۔ پچھلے مورچوں پر شکست کھانے کے بعد شیطان اور اس کے پہلے ہی حواری بدحواس ہو چکے تھے۔

لیکن اہل ایمان پر خدا کی رحمتوں کا خاص نزول تھا۔ اس کے فرشتے شیاطین کو دھتکار رہے تھے اور اہل ایمان کی کمزوریوں کے باوجود ان کی معاونت کر رہے تھے۔ اہل ایمان کا لشکر شیاطین کو آہستہ آہستہ پیچھے دھکیل رہا تھا۔ لبیک کی صدائیں ان طاغوتی قوتوں کے دل چیر رہی تھیں۔

شیطان کی کوشش تھی کسی طرح اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے حوصلے بلند کرے لیکن اب دیر ہو چکی تھی اور معاملات ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ شیطان ایک بار پھر بھول گیا تھا کہ اس کا مقابلہ ان نہتے انسانوں سے نہیں بلکہ تنہا خدا سے ہے جس کے قبضے میں تمام طاقتیں ہیں۔ ان سب برائیوں کا منبع بڑا شیطان ہی تھا چنانچہ اہل ایمان کا پہلا نشانہ یہی بڑا شیطان تھا۔ اگر اس کی ناک رگڑ دی جائے تو باقی چھوٹے شیاطین خود ہی دبک کر بیٹھ جائیں گے۔

بڑا شیطان پسپا ہوتا گیا اور پیچھے بھاگتا رہا یہاں تک کہ وہ گھاٹی پر پہنچ گیا۔ یہی وہ مقام تھا جب اس نے آج سے کئی ہزار سال قبل پیغمبر خدا ابراہیم علیہ السلام کو ورغلانے کی ناکام کوشش کی اور منہ کی کھائی۔ جب ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو خدا کے حکم پر ذبح کر دیں تو آپ اس حکم کی تعمیل کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ جب آگے بڑھے تو شیطان نمودار ہوا اور وسوسہ ڈالا کہ کیا اپنے اکلوتے فرزند کو قربان کر دو گے جو تمہارے بڑھاپے کا

سہارا ہے، جو تمہاری آنکھ کا تارا ہے؟ لیکن خلیل اللہ نے اس آواز پر کان نہ دھرے بلکہ شیطان کو کنکریاں مار کر دھتکار دیا۔

آج اسی شیطان کی پٹائی لاکھوں فرزندان توحید کے ہاتھوں ہو رہی تھی۔ بڑا شیطان جونہی اہل ایمان کے سامنے آیا تو انہوں نے اپنے جد امجد کی سنت پر عمل شروع کر دیا۔ اہل ایمان نے پہلی کنکری مار کر شیطان کے شرک کا انکار اور خدا کی توحید کا اقرار کیا۔ دوسری کنکری مار کر انکار آخرت اور الحاد کے فتنے کا بطلان کیا۔ تیسری کنکری شیطان کی جنسی ترغیبات کو ماری۔ چوتھی کنکری معاشی ظلم وعدوان پر پھینکی۔ پانچویں کنکری شیطان کی پرفریب دجالی تہذیب پر ماری۔ چھٹی کنکری ابلیس کے قتل انسانیت کے فتنے پر پھینکی اور آخری کنکری اخلاقی بگاڑ کے عوامل پر ماردی۔ اہل ایمان کے یہ سنگ ریزے اس پر ایٹم بم کی طرح برس رہے تھے کیونکہ ان میں قوت ایمانی موجود تھی۔ شیطان ان سے بچنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اس میں مکمل طور پر ناکام تھا۔

اب لبیک کا تلبیہ ختم ہو چکا تھا کیونکہ اہل ایمان اپنے رب کے بلاوے پر حاضر ہو چکے اور شیطان کو سنگسار کر چکے تھے۔ اب اللہ کی حمد ثنا اور بڑائی بیان کی جا رہی تھی۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اور اللہ کے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں۔

اب اہل ایمان قربانی کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے اللہ کی مدد سے اپنے خارجی دشمن کی تو ناک رگڑ دی تھی لیکن اپنے داخلی دشمن یعنی نفس امارہ کو لگام دینا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ تمام حجاج نے قربانی کر کے اپنے رب کا شکر ادا کیا اور اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کو قربان کر کے خدا کے ایک اور حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد انہوں نے حلق کروایا۔ یہ سر منڈوانا دراصل خود کو خدا کی غلامی میں دینے کا

عہد تھا۔ یہ بات عہد الست کی تجدید تھی کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے۔ یہ اس وعدے کا اعادہ تھا کہ اللہ کی بندگی میں پورے پورے داخل ہونا ہے، اس کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنا ہے، اس کی نافرمانی سے حتی الامکان گریز کرنا اور اسے راضی رکھنے کی کوشش میں کسی بھی انتہا سے گذر جانا ہے۔

اب احرام اتر گیا تھا لیکن تمام اہل ایمان باطنی احرام سے آراستہ ہو چکے تھے۔ شکرانے کے طور پر انہوں نے اللہ کے گھر کا طواف کیا اور سعی کے بعد دوبارہ منیٰ میں قیام پذیر ہو گئے جہاں شیطان کے بچے کچھے چیلوں پر مزید سنگباری کرنی تھی۔

رمی قربانی حلق

میں اپنی بیوی کیساتھ آگے بڑھتا رہا۔ رمی کے لئے تین پل تھے۔ ہم نے پہلی منزل کے پل کا انتخاب کیا کیونکہ یہاں رش نسبتاً کم تھا۔ لوگوں کو سامان کے ساتھ داخل نہیں ہونے دیا جا رہا تھا۔ پہلے دن بڑے شیطان ہی کو کنکریاں مارنی تھیں۔ میں اس کے قریب پہنچا اور دل میں اعادہ کیا کہ یہ کنکریاں میں شیطان کی ناک رگڑنے کے لئے اور رحمان کو راضی کرنے کے لئے مار رہا ہوں۔ سات کنکریاں مار کر دعا نہیں کی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تھا۔ یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کا ریکارڈ موجود ہے جبکہ دیگر مذاہب کا تو معاملہ یہ ہے کہ ان کی اصل کتاب تک محفوظ نہیں۔

سنگباری کرنے کے بعد نیچے اترنے لگے کیونکہ حفاظت کے لئے اب سعودی حکومت نے آنے اور جانے کے راستے الگ کردئے تھے۔ چنانچہ پلٹ کر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا اور نہ ہمیں واپسی کی ضرورت تھی کیونکہ ہمارا عزیزیہ کا ہوٹل جمرات سے صرف ۲۰ منٹ کی واک پر تھا۔ جمرات کے پل سے نیچے اترنے کے بعد کچھ کھانے کو لیا اور تین دن بعد ڈٹ کر کھایا کیونکہ منیٰ میں باتھ روم جانے کے خوف کی بنا پر کھانے پینے میں احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ ہوٹل پہنچ کر رافع کو

فون کیا کہ ہم نے رمی کرلی ہے اور ہمارے نام کی قربانی کرلی جائے تا کہ ہم حلق کروا کے احرام اتار دیں۔ حنفی مسلک میں رمی قربانی اور حلق کی ترتیب برقرار رہنی چاہئے اور اگر ایسا نہ ہو تو دم واجب آجاتا ہے جبکہ دیگر مسالک میں یہ ترتیب اگر غلط ہو جائے تو دم کی ضرورت نہیں ۔

آدھے گھنٹے بعد علم ہوا کہ قربانی ہوگئی ہے چنانچہ ہم نے حلق کروالیا۔ چونکہ حجام کے پاس بہت رش تھا اس لئے ہم نے ایک دوسرے کے سر خود ہی مونڈ نے شروع کردئے۔ میرا سر ریحان نے مونڈا۔ اس کے بعد غسل کیا اور سول ڈریس زیب تن کرلیا۔ چنانچہ وہ احرام جو ۷ ذی الحج کو باندھا تھا وہ 10 ذی الحج کی شام کو اتار دیا۔ اگلا مرحلہ طواف زیارت اور دو دن منیٰ میں قیام اور رمی کرنا باقی تھا۔

طواف زیارت

اگلے دن ایک اور معرکہ سر کرنا تھا اور وہ تھا طواف زیارت۔ تقریباً ۳۲ لاکھ حاجیوں کو یہ طواف بارہ تاریخ تک کرنا تھا جس کی بنا پر حرم میں غیر معمولی رش تھا۔ ہمارے گروپ کے کچھ لوگ دس تاریخ ہی کو طواف کر آئے تھے اور باقی لوگ وقتاً فوقتاً یہ فرض انجام دے کر آرہے تھے۔ لیکن ہر آنے والا گروہ رش میں اضافے کی خبریں ہی لا رہا تھا جس سے اضطراب بڑھ رہا تھا۔ بہر حال نماز ظہر پڑھ کر ۱۲۵ افراد کا قافلہ رمی اور طواف کرنے کے لئے نکلا۔ یہ گروہ عورتوں بوڑھوں اور چند نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ اس میں وہ نوجوان بھی شامل تھے جو پہلے ہی طواف کرکے آگئے تھے اور اب صرف بزرگوں کی مدد کے لئے جارہے تھے۔ مجھے ان کے ایثار پر رشک آگیا۔ رمی تو ہم نے سیکنڈ فلور پر جا کر پندرہ منٹ ہی میں کرلی لیکن اگلا محاذ طواف زیارت کرنا تھا۔ ٹرانسپورٹ سے جانا ایک مسئلہ تھا کیونکہ ٹرانسپورٹر حضرات ٹریفک جام ہونے کی بنا پر راستے ہی میں اتار دیتے تھے اور پھر باقی سفر پیدل ہی طے کرنا پڑتا تھا۔ دوسرا آپشن طریق المشاہ یعنی پیدل چلنے والوں کا راستہ تھا جو جمرات سے قریب پون گھنٹے کا سفر تھا۔

رمی کے بعد گروپ کے کچھ لوگوں نے چاہا کہ طواف کو رات تک موخر کردیا جائے کیونکہ ایک لڑکی کے رشتے دار نے فون پر رش کی بنا پر حرم آنے سے منع کردیا تھا۔ لیکن مجھے اس رائے سے اختلاف تھا۔ اس وقت پونے تین بج رہے تھے اور امید تھی کہ عصر سے قبل حرم پہنچ جائیں گے۔ بہرحال گروپ کے لوگوں نے میری رائے سے اتفاق کیا اور ہم طواف کے لئے چل پڑے۔ طریق المشاہ ایک لمبی سی سرنگ ہے جو آگے جاکر دو حصوں میں منقسم ہوجاتی ہے اور پھر یہ راستہ سیدھا باب صفا پر جاکر نکلتا ہے۔ اس سرنگ میں جگہ جگہ ٹوائلیٹ اور پانی پینے کے انتظامات ہیں۔ وہاں ہم چلتے رہے۔ کچھ دیر بعد ہی ہم گروپ والوں سے بچھڑ گئے۔

میری بیوی کے گھٹنے میں جھٹکا آگیا تھا جس کی بنا پر اسپیڈ مدھم رکھنا پڑ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ تھکن میں بھی اضافہ ہورہا تھا لیکن خدا سے کیا ہوا عہد بھی یاد تھا کہ خواہ ٹانگیں ٹوٹ جائیں لیکن اس کی راہ میں چلتے رہنا ہے۔ اس دوران یہ بھی گھبراہٹ تھی کہ حرم میں نہ جانے کیا صورت حال ہوگی۔ راستے ہی میں نماز عصر ادا کی اور پھر سفر جاری رکھا۔ پیدل چلتے چلتے یوں محسوس ہورہا تھا گویا ساری عمر یونہی چلتے رہنا ہے اور بات بھی کچھ غلط نہ تھی کیونکہ خدا کی راہ میں تو ساری زندگی ہی چلنا تھا خواہ وہ سرنگ ہو یا پھر یا زندگی کا سفر۔

بہرحال سرنگ کے دہانے پر دور ایک روشنی دکھائی دے رہی تھی جو سورج کی روشنی تھی۔ جب دہانے سے باہر نکلے تو دل باغ باغ ہوگیا کیونکہ مسجد الحرام کے مینار دیکھنے والوں کو دعوت نظارہ دے رہے تھے۔ وہاں کے در و بام دیکھ کر ساری تھکن دور ہوگئی۔ جب آگے بڑھے تو پتا چلا کہ لوگوں نے جو بے پناہ رش کے قصے سنائے تھے وہ غلط تھے یا کم از کم اب رش ختم ہوچکا تھا۔

میں لرزتے قدموں سے مسعیٰ کے راستے مطاف تک پہنچا اور سبز لائیٹ کی سیدھ میں آکر حجر اسود کی جانب استلام کیا اور خدا سے عہد کی تجدید کرتے ہوئے طواف زیارت کا آغاز کیا۔ اس وقت پانچ

بج رہے تھے اور ہم سوچ رہے تھے کہ نہ جانے مغرب تک کتنے چکر ہو پائیں کیونکہ مغرب پانچ بج کر چالیس منٹ پر تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وسعت اور آسانی پیدا کردی اور مغرب تک پانچ چکر مکمل ہوگئے۔ اسی اثناء میں مغرب ہوگئی اور امام نے بڑی جلدی نماز پڑھائی تاکہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ طواف کا موقع مل سکے۔ نماز کے بعد باقی چکر مکمل کئے، زم زم پیا، دو نفل پڑھے اور سعی کے لئے کمر کس لی۔ سعی کے دوران عشاء کی اذان ہوگئی چنانچہ نماز پڑھی اور پھر باقی چکر مکمل کئے۔ اس کے بعد خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے حج کا یہ اہم فریضہ بھی خوش اسلوبی سے ادا کرنے کی توفیق دے دی۔

اب اگلا مرحلہ واپسی کا تھا۔ واپسی کے لئے باب اسمٰعیل استعمال کیا اور پھر کھانے کے بعد ٹیکسی والوں سے عزیزیہ چلنے کی بات چیت کی۔ کوئی پچاس ریال مانگ رہا تھا تو کوئی تیس ریال فی بندہ۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کوئی بھی منزل مقصود تک پہنچانے کی گارنٹی نہیں دے رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ واپسی کے لئے طریق المشاہ ہی استعمال کرنا ہے۔ اس کے لئے واپسی حرم کے اندر ہی سے ہوئی وہاں دیکھا تو مطاف بہت خالی تھا اور ایک اور طواف کرنے کا دل چاہ رہا تھا۔ لیکن تھکاوٹ کے ڈر سے اس ارادے باز رہے۔ منیٰ کے خیموں میں واپس پہنچتے پہنچتے رات کے بارہ بج گئے۔ اس طرح وہ پیدل سفر جو دوپہر دو بجے شروع کیا تھا دس گھنٹے کے بعد اختتام پذیر ہوا۔ تھکن سے چور ہونے کی وجہ سے نیند جلد ہی آگئی۔

ابلیسی فوج کا کہرام

ادھر اہل ایمان شیطان کو کاری ضرب لگانے کے بعد منیٰ میں چین کی نیند سو رہے تھے اور دوسری جانب ابلیس کے خیموں میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ وہاں کی طوائفیں بدصورتی کی مثال بن گئی تھیں، شراب کے جام ٹوٹے پڑے تھے، رقص وموسیقی بند ہو چکی تھی، خیمے اوندھے ہوگئے تھے اور قہقہوں کی بجائے آہیں اور سسکیاں تھیں۔ شیطان اپنی بے پناہ طاقت، وسائل اور منصوبہ بندی کے

باوجود اہل ایمان کو شکست دینے میں ناکام رہا تھا۔ لیکن ابھی جنگ کے دو دن باقی تھے اور اس میں وہ اپنی بچی کچھی فوجیں جمع کرکے خاموشی سے اہل ایمان کو گمراہ کرنے کی سازشیں تیار کر رہا تھا۔

اگلا دن بھی منیٰ میں قیام کا تھا۔ اکثر لوگ احرام اتار کر سمجھ رہے تھے کہ حج مکمل ہو گیا ہے۔ چنانچہ منیٰ میں قیام کے دوسرے روز اہل ایمان کا جذبہ سرد ہوتا جا رہا تھا۔ یہ بات شیطانی لشکر کے فائدے میں تھی۔ شیطان کے چیلوں نے دوبارہ اپنے زخموں کو بھلا کر سازشیں شروع کر دیں۔ ان کی کوششوں کے باعث کمزور اہل ایمان خدا کی یاد کی بجائے دنیاوی باتوں میں مشغول ہو چکے تھے۔ اب کچھ لوگوں کی گفتگو کا موضوع سیاست تھی، دنیاداری تھی، وطن میں موجود بیوی بچے تھے، کھانے کے وسائل پر قبضہ تھا، لوگوں کی برائیاں تھیں۔ ان کے علی الرغم خدا کے چنے ہوئے بندے بھی تھے۔ وہ اب بھی خدا کی حمد و ثنا میں مصروف تھے، وہ اس کی یاد میں آنسو بہا رہے تھے، حج میں اپنی کوتاہیوں پر معافی کے خواستگار تھے، مستقبل میں اس کی رحمت کے طلبگار تھے۔

فرزندان توحید کو تربیت کے ایک اور مرحلے سے گذارنے کے لئے ۱۱ ذی الحجہ کو بھی شیطان پر سنگباری کرنی تھی۔ چنانچہ اس معرکہ کا وقت آن پہنچا اور اہل ایمان کی فوجوں نے بچے کچھے شیاطین کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا۔ دوبارہ ان کا ٹارگٹ جمرات ہی تھا۔ شیطان کی فوجیں تھکی ماندی مایوس اور افسردہ تھیں جبکہ اہل ایمان ترو تازہ، طاقتور اور پرامید۔ شیطان کے لشکر سے آہ و بکا کی آوازیں تھیں جبکہ رحمانی لشکر سے خدا کی بڑائی اور حمد کے ترانے۔ شیطانی لشکر میں ابتری تھی جبکہ رحمانی افواج میں تنظیم۔ شیطان کا کوئی والی وارث نہیں تھا جبکہ اہل ایمان کا سرپرست خداوند قدوس تھا۔

شیطان کا لشکر پسپا ہوتا رہا یہاں تک کہ جمرات آ گیا۔ یہاں شیطانی افواج کا پڑاؤ چھوٹے جمرے پر ہوا۔ اہل ایمان کا حملہ اس چھوٹے جمرے (شیطان) کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ چنانچہ طاغوتی قوتیں پیچھے ہٹ کر جمرہ وسطیٰ (درمیانی شیطان) پر جمع ہو گئیں۔ اہل ایمان نے ایک اور کاری

وار کیا اور شیطان کی فوج کی بڑی تعداد کام میں آگئی ۔ بچی کچھی طاقت اپنے سردار بڑے شیطان کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی ۔ یہاں بھی تائیدِ ایزدی سے اہل ایمان نے شیطان کو ایک اور زک پہنچائی اور اب اس کے لئے فرار کا کوئی راستہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ پٹتا رہا اور قیامت تک پٹنا اس کا مقدر تھا۔

اگلے دن بارہ ذوالحج کو بھی یہی عمل دہرایا گیا اور یوں حج کے مناسک مکمل ہو چکے تھے ۔ اہل ایمان وقوف عرفات ، قیام مزدلفہ، رمی ،قربانی ،حلق ،طواف وداع اور منی میں ۱۲ ذوالحج تک قیام کر کے حج کے تمام ظاہری مناسک پورے کر چکے تھے ۔ حج ختم ہو گیا تھا۔ یعنی شیطان کے خلاف تمثیلی جنگ کا اختتام ہو چلا تھا۔

جنگ کے نتائج

سوال یہ تھا کہ اس جنگ میں فتح کس کو نصیب ہوئی ۔ اس کا ایک جواب تو بہت سادہ تھا کہ طاغوتی لشکر کو شکست اور اہل ایمان کو فتح نصیب ہوئی تھی ۔ لیکن اس فتح میں اپنی کمزوریوں کا جائزہ لینا بھی ضروری تھا۔ مسلمانوں میں تین گروہ تھے جنہوں نے اپنے تقوی اور استطاعت کے مطابق حج سے استفادہ کیا۔

ایک گروہ سابقون کا تھا۔ اس گروہ کے مسلمانوں نے اپنی نیت خالص رکھی، اپنا مال اللہ کے لئے خاص کر دیا، اپنے جسم کے ہر عضو کو اللہ کی اطاعت میں دے دیا، اپنے دل کی گہرائیوں سے اللہ کی حمد و ثنا کی، اس کی بڑائی بیان کی ۔ یہ وہ ہراول دستہ تھا جس نے اس تمثیلی جنگ سے تربیت حاصل کی کہ کس طرح شیطانی چالوں سے نبٹنا ہے اور نفس کے گھوڑے کو لگام دے کر اپنا مستقبل اللہ کی غلامی میں بتانا ہے۔ ان کے حج کو اللہ نے قبول کر لیا اور انہیں اس طرح کر دیا جیسے وہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں۔ ان کی خطائیں معاف ہو گئیں اور ان کا حج حج مبرور ہو گیا جس کا صلہ جنت کے سوا کچھ نہ تھا۔

مسلمانوں کا دوسرا گروہ تقوی کے اس مقام پر نہ تھا۔ اس گروہ میں علم کی کمی تھی، عمل میں کوتاہیاں تھیں اور نیت میں اتنا اخلاص نہ تھا۔ یہ لوگ حج کی اسپرٹ سے بھی پوری طرح آگاہ نہ تھے بس ظاہری فقہی احکامات مان کر حج کی رسومات انجام دے رہے تھے۔ لیکن یہ خدا کے وفادار تھے۔ انہوں نے اپنا دامن شرک کی گندگی سے پاک رکھا تھا۔ یہ اپنی کوتاہیوں پر شرمسار تھے، یہ معافی کے خواستگار تھے، جنت کے طلبگار تھے۔ یہ جانتے تھے کہ خدا اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہے اور اس نے اعلان کیا ہوا ہے کہ اگر تم چل کر آؤ گے تو میں تمہارے پاس دوڑ کر آؤنگا۔ چنانچہ وہ مالی اور بدنی مشقتیں جھیل کر اپنے بادشاہ کے دربار میں چل کر آگئے تھے۔ چنانچہ یہ کیسے ممکن تھا کہ خدا دوڑ کر ان کے پاس نہ آتا، ان کی کوتاہیوں پر چشم پوشی نہ کرتا، ان کی خطاؤں سے درگذر نہ کرتا اور ان کے عمل کی کمی کو دور نہ کر دیتا۔

مسلمانوں میں تیسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل تھا جو حج خدا کو راضی کرنے کی بجائے کسی اور نیت سے کرنے آئے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنے نام کے ساتھ حاجی لگوانا چاہتے تھے، کچھ اپنے حرام کی کمائی پر سیر سپاٹے کے لئے نکلے تھےاور کچھ شاپنگ کی غرض سے آئے تھے۔ ظاہری مناسک تو انہوں نے بھی کئے تھے لیکن کسی اور نیت اور مقصد کے ساتھ۔ ان کی حیثیت قابیل کی مانند تھی جو قربانی کے لئے کچھ اناج تو لایا لیکن یہ ردی اور فالتو اناج تھا۔ اس کی نیت یہی تھی کہ اگر قربانی قبول ہوگئی اور آگ نے اسے جلا دیا تو خوامخواہ اعلی درجے کا اناج ضائع ہو جائے گا۔ یعنی اس نے قربانی کی ظاہری شکل تو پوری کی لیکن اس کی نیت میں فتور ہونے کی بنا پر اسے قبول نہ کیا گیا۔ بہر حال ان حاجیوں کا معاملہ اللہ کے سپرد تھا وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔

منی سے واپسی

۱۰ ذی الحج کو رمی کا وقت فجر کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے لیکن دس اور گیارہ تاریخ کو رمی کا

وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ظہر کے بعد ایک مرتبہ پھر رمی کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور چونکہ یہ آخری روانگی تھی اس لئے خیمے سے اپنا سامان بھی اٹھالیا کیونکہ اب رخصتی کا وقت تھا۔جب میں بیگم کے ساتھ باہر نکلا تو دیکھا کہ میری ایرو سافٹ کی چپل کھوگئی ہے۔اسی طرح ہمارے ایک ساتھی اقبال انکل کی وہیل چیئر بھی کوئی لے گیا تھا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ کچھ لوگ شیطان کے خلاف جنگ میں پیچھے رہ گئے تھے۔

اس مرتبہ رمی کے لئے گراؤنڈ فلور کا انتخاب کیا۔ پہلے چھوٹے شیطان کو کنکریاں ماریں اور دعا مانگی۔پھر درمیانے شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد بھی دعا مانگی البتہ بڑے شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد دعا نہیں مانگی کیونکہ سنت یہی تھی۔اس کے بعد ہم عزیزیہ میں اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔یوں حج کے مناسک کا اختتام ہوا جس پر ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ تاریخ کو بھی رمی کی تھی جو کہ آپشنل تھی۔چنانچہ ہم نے اس سنت پر عمل کرتے ہوئے تیرہ تاریخ کی رمی بھی کی۔یوں ہمارا حج بھی اختتام پذیر ہوا۔

جدہ جدہ

میرے ہم زلف آفتاب اور عمران اور انکی بیوی جدہ میں ہی مقیم تھے۔یہ سب لوگ کافی عرصے سے اصرار کر رہے تھے کہ جدہ آیا جائے۔پہلے تو ہم حج کا بہانہ بنا کر ٹال رہے تھے کیونکہ ہمارا نہ تو شاپنگ کا کوئی خاص ارادہ تھا اور نہ ہی حرم سے دوری گوارا تھی۔ان کا اصرار جاری رہا اور پھر ہم مجبور ہو گئے۔

چودہ ذی الحج کو صبح عزیزیہ سے روانہ ہوئے اور حرم پہنچے۔ٹیکسی نے باب صفا پر اتارا تھا اور ہمیں باب فہد پر واقع مرکز تو حید جانا تھا جہاں سے ہمیں جدہ جانے والی گاڑیاں ملتیں۔ جب باب صفا سے باب فہد کی جانب جا رہے تھے تو مسجد الحرام کے باہر سے گذرنا پڑا۔طواف کا بہت

دل چاہ رہا تھا لیکن ہمارے پاس ایک بڑا سا بیگ تھا جسے اندر لے کر جانا ممکن نہ تھا۔ میری بیگم کے گھٹنے کی تکلیف دوبارہ شروع ہوگئی تھی اس لئے رفتار سست تھی۔

بڑی مشکل سے ایک ہائی ایس ملی جو بیس ریال فی بندہ لے رہی تھی۔ وین روانہ ہوئی اور کچھ ہی دیر بعد مکہ کے مضافاتی علاقے شروع ہو گئے۔ ابھی ہم نظاروں ہی میں مصروف تھے کہ اچانک ناکہ لگائی ہوئی پولیس نے وین کو مڑنے کا اشارہ کیا۔ وین حاجیوں کے مرکز میں داخل ہوگئی۔ مسافروں سے کاغذات طلب کئے گئے۔ میں نے اپنا پیلا کارڈ دکھا دیا۔ میں مطمئن تھا کیونکہ رافع نے بتایا تھا کہ اس کارڈ پر جدہ جا سکتے ہیں۔ ڈرائیور کافی دیر تک ان لوگوں سے بحث کر رہا تھا جبکہ وہ لوگ ان مسافرین کو اتارنا چاہتے تھے جن کے کاغذات مکمل نہیں تھے۔ بعد میں علم ہوا کہ ہم بھی ان مسافرین میں شامل تھے اور ہمیں جدہ جانے کے لئے معلم کی جانب سے تصریح یعنی اجازت نامے کی ضرورت تھی۔ بہرحال ڈرائیور کو ہار ماننا پڑی اور اس نے دس مسافروں کو آدھے پیسے دے کر اتار دیا۔

ہمارے ساتھ بنگالی بھائی تھے۔ ہم وہاں بیٹھے رہے اور ایک عربی سے استفسار کیا کہ کیا معاملہ ہوگا۔ اس نے بتایا کہ کچھ دیر بعد ایک بس آئے گی اور وہ ہمیں لے جائے گی۔ اس دوران میں نے رافع سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن جواب ندارد۔ پھر میں نے جدہ میں عمران کو بتا دیا کہ ہم نہیں آسکتے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہمیں لینے آرہے ہیں۔ میں نے انہیں منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے۔ یہ ان کی محبت تھی ورنہ آج کل کوئی اس طرح نہیں کرتا۔

اسی کوفت کے عالم میں تھے کہ ایک وین آئی اور اس نے ہمیں حرم سے ڈیڑھ کلومیٹر دور ام القریٰ نامی جگہ پر اتار دیا۔ یہاں سے ہم واپس حرم کی جانب رواں دواں تھے۔ راستے میں سامان کا بوجھ برداشت نہیں ہو رہا تھا چنانچہ کچھ اضافی کپڑے راستے میں پھینک دیے۔

اسی اثنا میں ظہر کا وقت ہوگیا چنانچہ ہم نے ایک مسجد میں نماز پڑھی۔ وہاں مساجد میں عورتوں اور مرد دونوں کے نماز پڑھنے کا انتظام ہوتا ہے۔ نماز کے بعد کچھ دور چلے اور حرم آگیا۔ اب وہی بیگ کا مسئلہ تھا جس کو لے کر حرم میں داخل نہیں ہوسکتے تھے۔ بڑی مایوس کن صورت حال تھی کیونکہ آفتاب کے آنے تک وقت حرم ہی میں گذارنا چاہتے تھے۔ بہرحال ایک دروازے سے داخل ہونے کی کوشش کی۔ وہاں پولیس اہلکار نے کچھ نہ کہا اور ہم جلدی سے اندر داخل ہوگئے۔ یہاں آکر اطمینان کا سانس لیا۔ اب طواف کرنا تھا لیکن مسئلہ وہی بیگ تھا۔ اسے لے کر ہم دونوں ایک ساتھ طواف نہیں کرسکتے تھے۔ دوسرا آپشن یہ تھا کہ بیگ ہم میں سے ایک پکڑے اور دوسرا فرد طواف کرے۔ اس طرح وقت بہت زیادہ لگ سکتا تھا۔ لیکن ہم نے اللہ کا نام لیا اور بیگ کو جوتیوں کے ڈبے کے اوپر رکھا اور مطاف میں داخل ہوگئے۔ اس طرح کے لاوارث بیگ شرطے کچھ ہی دیر میں ہٹا دیتے ہیں۔ لیکن ہم جب طواف کر کے واپس آئے تو بیگ اپنی جگہ موجود تھا۔ مجھے یوں لگا کہ شاید اسی طواف کے لئے ہمیں شرطوں نے واپس بھیج دیا تھا۔

اب بھوک لگ رہی تھی۔ چنانچہ حرم کے سامنے واقع بن داؤد میں داخل ہوئے تا کہ کچھ کھا سکیں لیکن اسی اثنا میں آفتاب کا فون آگیا۔ اس نے بتایا کہ عمران گاڑی لے کر ٹنل میں موجود ہے اور ہمیں فوراً وہاں پہنچنا ہے۔ چنانچہ ہم کھانے کا ارادہ ترک کر کے باہر آگئے۔ ہم ٹنل میں داخل ہوئے تو پتہ چلا کہ عمران گاڑی لے کر آگے جا چکا ہے کیونکہ شرطے رکنے نہیں دیتے۔ یوں ہمیں پوری ٹنل کراس کرنی پڑی اور قریب ایک کلومیٹر چلنے کے بعد ہم نے عمران کو جالیا۔ بھوک پیاس اور تھکن سے نڈھال ہو چکے تھے۔ چیک پوسٹ وغیرہ سے گذر کر چار بجے جدہ پہنچ گئے۔ مہوش انتظار ہی کر رہی تھی اور اس نے کھانا تیار کیا ہوا تھا۔ عصر اور مغرب کی نمازوں سے فارغ ہو کر کھانا کھایا اور کچھ زیادہ ہی کھالیا۔

اب باہر چلنے کا پروگرام تھا۔ تھکن کے باوجود ضروری تھا کیونکہ دن کم تھے اور کچھ ضروری چیزیں لینی تھیں۔ جدہ کی سڑکیں کشادہ، عمارتیں بلند و بالا اور ٹریفک منظم تھا۔ وہاں کے ایک مشہور بازار بلد پہنچے اور شاپنگ کی۔ آفتاب کو عربی بول چال اور بارگیننگ میں مہارت تھی اس لئے کافی آسانی ہوگئی۔ وہاں بازار نماز کے اوقات بند ہوجاتے ہیں اور رات ۱۰ بجے کے بعد بالکل بند ہوجاتے ہیں۔ اگلے دن کارنش یعنی ساحل سمندر گئے اور پھر بلد گئے۔

جدہ ہم پہلی دسمبر کو پہنچے تھے اور آج تین دسمبر تھی۔ لیکن حرم سے دوری گوارا نہ تھی چنانچہ تین دسمبر کو ہم ۸۰ ریال دے کر ایک ٹیکسی کے ذریعے مکہ واپس آگئے۔ اگلے دن جمعہ تھا اور جمعہ کی نماز حرم میں پڑھی اور طواف کیا۔ ہفتے کو مسجد عائشہ جا کر احرام باندھا اور پھر حرم آکر عمرہ ادا کیا۔

اتوار چھ دسمبر ہمارا مکہ میں آخری دن تھا۔ آج طواف وداع کرنا تھا جو باشاہ حقیقی کے دربار میں آخری سلام تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمیں مکہ میں ایک مہینے سے زائد ہوگیا تھا اور اس شہر سے ایک انسیت ہو چلی تھی۔ طواف میں بہت رش تھا اور پہلی مرتبہ طواف ٹاپ فلور پر کیا۔ طواف کے بعد خانہ کعبہ کو بہت دیر تک دیکھتا رہا کہ دوبارہ یہ دیدار پتا نہیں نصیب ہو یا نہ ہو۔ حرم کے مینار، اس کے ستون، درو دیوار، غلاف کعبہ اور کعبہ کے اوپر پرندوں کی چہچہاہٹ سب کچھ دل میں بس چکا تھا اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ جدائی کس طرح برداشت ہوگی۔ نمازیں پڑھنے کے بعد آخری مرتبہ کعبہ کو دیکھا اور روتے ہوئے اس عظیم گھر کو الوداعی سلام کیا۔

مدینے کا سفر

سات دسمبر کو مدینے کی جانب روانہ ہوئے۔ موسم بہت اچھا تھا۔ مکہ کے کالے پہاڑوں کے برعکس راستے کے پہاڑ سرخی مائل تھے۔ راستے میں ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور کھانا کھایا۔ جب مغرب کا وقت آیا تو ایک جگہ گاڑی رکوائی۔ جب باہر نکلے تو مزاج ٹھکانے آگئے۔ یہاں اچھی

خاصی سردی تھی جبکہ مکہ کا موسم معتدل تھا۔ بالآخر ۴۵۰ کلومیٹر کا سفر طے کر کے نو گھنٹے میں مدینے پہنچے۔ ہمارا ہوٹل انوار الامل مسجد نبوی کے نہایت نزدیک تھا۔ مسجد کے مینار نہایت نزدیک تھے اور انتہائی خوبصورت لگ رہے تھے۔ اس مرتبہ میرے کمرے میں یاسر اور فرخ مقیم تھے۔ وہاں اس وقت اچھی خاصی سردی تھی۔

اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔ میرے ساتھی دوسرے دن مسجد جانا چاہتے تھے لیکن میں اسی وقت جانے پر مصر تھا۔ چنانچہ میں نے غسل کر کے نئے کپڑے پہنے۔ پھر اپنے لئے اور بیگم کے لئے شوارما لیا۔ کھانا کھانے کے بعد میں یاسر اور عابد کے ساتھ حرم کی جانب چلا۔ میری عجیب سی کیفیت تھی۔ میں اس ہستی کے حرم میں قدم رکھنے جا رہا تھا جو افضل البشر تھے۔ جن کے منہ کا ایک ایک لفظ قانون، قابل اتباع اور جن کی ایک ایک ادا قابل تقلید تھی۔

میرے قدم مسجد کی جانب بڑھتے رہے اور میرا اشتیاق بڑھتا گیا۔ اب سبز گنبد بھی دکھائی دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ مسجد کی حدود میں داخل ہوا اور باب السلام کی طرف سے اندر چلا گیا۔ روضہ رسول پر ایک لمبی لائین لگی ہوئی تھی اور لوگ آہستہ آہستہ روضے کی جانب سرک رہے تھے۔ سب سے پہلے ایک جالی آئی اور میں سمجھا کہ یہی روضہ رسول ہے۔ لیکن پھر علم ہوا کہ روضہ اگلی جالی پر ہے۔ چنانچہ وہاں پہنچا تو مواجہ شریف نظر آیا۔ اندر تاریکی تھی اور ایک سبز رنگ کی قنات نے روضہ مبارک کو ڈھکا ہوا تھا۔ رافع نے بتایا تھا کہ جالی کے درمیانے سوراخ کی سیدھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ہے۔ چنانچہ جب وہاں پہنچا تو ادب سے نظریں جھکالیں اور اپنا سلام پیش کیا۔ وہاں شرطے کھڑے ہوئے تھے جو انتہائی نرم اور آہستہ لہجے میں لوگوں کو آگے کر رہے تھے اور انہیں قبر کی جانب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے سے روک رہے تھے۔ آگے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں تھیں۔ انہیں بھی سلام کیا اور پھر باب بقیع سے واپس آ گیا۔

سردی ہونے کی بنا پر یہاں رش کم تھا اور ریاض الجنہ بھی خالی تھا۔ ریاض الجنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جنت کے باغوں کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس جگہ پر ہلکے گرین کلر کے قالین بچھے ہوئے تھے۔ وہاں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تہجد کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد ممبر رسول دیکھا۔ روضے کے پیچھے اصحاب صفہ کا چبوترہ تھا جو اندازے کے مطابق ۱۲ اسکوائر فٹ کا تھا۔ اس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد پڑھنے کی جگہ تھی۔ ریاض الجنہ کے آس پاس چھ اہم ستون بھی تھے جنکی اپنی تاریخی حیثیت تھی۔ ایک ستون اسطوانہ حنانہ تھا جو وہ کھجور کا تنا تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ ایک ستون حرس کے نام سے تھا جہاں صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے بیٹھتے تھے۔ ایک ستون ستون وفو د تھا جہاں آپ وفو د اور دیگر مسلمانوں سے ملاقات کرتے تھے۔ ایک اور ستون ابی لبابہ کے نام سے منسوب تھا۔ یہ ایک صحابی تھے جنہوں نے ایک غلطی ہونے پر اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ لیا تھا۔ ایک ستون سریر تھا جہاں آپ اعتکاف کے لئے تشریف فرما ہوتے تھے۔ ایک اور ستون ستون جبریل تھا جو روضہ کے اندر تھا۔ ایک آخری ستون ستون عائشہ کے نام سے منسوب تھا جس کے بارے میں چند ضعیف روایات میں آیا ہے کہ یہاں نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ روضے رسول کے بائیں جانب حضرت فاطمہ کا حجرہ تھا جہاں ایک کنڈی لگی ہوئی تھی۔ شیعہ حضرات یہاں رکنے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ شرطے انہیں وہاں سے ہٹا رہے تھے۔

واپس آکر میں سو گیا اور جب دوبارہ فجر کی نماز پڑھنے مسجد نبوی گیا تو پتا چلا کہ خاصی سردی ہے۔ دن میں مدینہ غور سے دیکھا تو علم ہوا کہ یہاں کافی صفائی ستھرائی ہے۔ ہمارے ہوٹل اور مسجد کے درمیان ایک بازار تھا۔ یہاں کے شرطے مکہ کے مقابلے میں خاصے شائستہ اور نرم مزاج تھے۔ شام کو عصر کے بعد جنت البقیع گیا۔ وہاں جا بجا قبریں تھیں لیکن کسی قبر کی نشاندہی ممکن نہ تھی

کہ یہ کس کی قبر ہے۔ایک قبر خاصی بڑی تھی اور وہاں شرطے کافی تعداد میں موجود تھے۔پتا چلا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر تھی۔ کچھ حضرات وہاں ہاتھوں میں نقشے لے کر قبروں کے تعین میں مصروف تھے۔جبکہ وہاں شرطے لوگوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے سے منع کر رہے تھے۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بارے میں امت میں دو طبقات پائے جاتے ہیں۔ ایک طبقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔آپ لوگوں کی باتیں سنتے اور اللہ کے حکم سے ان کی مشکلات کو حل کرتے ہیں۔ایک دوسرا طبقہ اس بات کا تو انکاری ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں لیکن وہ آپ کی زندگی کا قائل ہے اور اس بات کا بھی قائل ہے کہ آپ سے بات چیت کی جا سکتی اور مخصوص مراقبوں اور عملیات کے ذریعے آپ سے راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ایک تیسرا طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا اور آپ کا رابطہ اس دنیا سے منقطع ہو چکا ہے۔البتہ آپ کی زندگی عالم برزخ میں جاری ہے جہاں آپ کے سامنے درود پیش کیا جاتا اور آپ کو رزق پہنچایا جاتا ہے۔

یہ تیسرا طبقہ اپنے نقطہ نظر کے حق میں دلیل دیتا ہے کہ اگر اللہ کے رسول اس دنیا میں زندہ ہوتے اور ان سے رابطہ قائم کر کے راہنمائی طلب کی جا سکتی تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ حضرت علی اور حضرت عائشہ کی جنگ میں صحابہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے کہ کون حق پر ہے؟ کیوں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا سراغ لگانے کے لئے صحابہ نے آپ سے رجوع نہ کیا؟ کیوں حضرت معاویہ وحضرت علی کے قضیے کا فیصلہ آپ نے نہیں فرمایا؟ وغیرہ۔دوسری جانب وہ لوگ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا کی حیات کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں لیکن

تمہیں شعور نہیں۔ بہر حال ہر گروہ کے اپنے دلائل ہیں۔

اصولی بات یہی ہے کہ غلو سے بچنا چاہیے۔ حیات النبی کے منکرین بعض اوقات افراط کا شکار ہو کر بے ادبی کا ظہار کرتے، آپ کے روضہ مبارک کی تحقیر کرتے اور اخلاقیات سے پستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دوسری جانب حیات النبی کے قائلین میں سے کچھ لوگ غلو کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ ہی سے مانگنے لگ جاتے یا براہِ راست انہیں مخاطب کرتے ہیں۔ اس غلو کی بنیاد پر دونوں ہی رویے قابل مذمت ہیں۔

مدینے کی تاریخ

ایک دن ہم زیارتوں پر گئے۔ مکہ کے مقابلے میں مدینے میں مقدس مقامات کی نوعیت مختلف ہے۔ مدینے کا قدیم نام یثرب ہے۔ مدینے کی تاریخ بہت قدیم ہے اور اس کا ذکر ۶ قبل مسیح کے لٹریچر میں ملتا ہے۔ یثرب کی تاریخ کا آغاز دوسری عیسوی میں ہوتا ہے جب یہودیوں کے تین قبیلے رومیوں سے جنگ کے نتیجے میں یہاں پناہ گزین ہوئے۔ یہ تین قبیلے بنو قینقع، بنو قریظہ اور بنو نظیر تھے۔ ابتدا میں یہی تین قبیلے یثرب کے کرتا دھرتا تھے لیکن بعد میں صورت حال تبدیل ہو گئی۔ یمن سے دو عرب قبائل بنو اوس اور بنو خزرج ہجرت کرکے آئے اور ابتدا میں تو یہودیوں کے باجگوار بن کر رہے لیکن بعد میں ان کے تغلب سے آزادی حاصل کرکے آزاد رہنے لگے۔ بعد میں بنو اوس اور بنو خزرج ایک دوسرے کے دشمن بن گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل ان میں دونوں میں شدید جنگ ہوئی جسے جنگ بعاث کہا جاتا ہے۔

جنگ کے بعد جب مدینے کے لوگ حج کرنے گئے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے متاثر ہوئے اور کچھ عرصے بعد انہوں نے سمع وطاعت کی بیعت کی۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ

وسلم نے حضرت معصب بن عمیر کو مدینے روانہ کیا تا کہ وہ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کر سکیں۔ پہلی ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یثرب تشریف لائے اور یہاں آپ کو ایک حکمران کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا۔ آپ کی آمد کے بعد یثرب مدینۃ النبی یعنی نبی کا شہر کہلانے لگا اور بعد میں اس کا نام مدینہ ہی پڑ گیا۔

مسجد نبوی

جب نبی کریم اللہ علیہ وسلم نے مدینے ہجرت کی تو مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی تعمیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بنفس نفیس موجود تھے۔۔ مسجد کی دیواریں پتھر اور اینٹوں سے جبکہ چھت درخت کی لکڑیوں سے بنائی گئی تھی۔ مسجد سے ملحق کمرے بھی بنائے گئے تھے جو آنحضرت ﷺ اور ان کی ازواج اور بعض اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے مخصوص تھے۔ انہی کمروں میں ایک حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی تھا اور آج اسی کمرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک موجود ہے۔

مسجد نبوی میں نماز پڑھنا عام مساجد کے مقابلے میں ایک ہزار گنا افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے روضے کی حاضری ایک شرف کی بات ہے کہ یہاں خدا کا آخری اور عظیم ترین پیغمبر محو استراحت ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی میں روضہ رسول ﷺ کی زیارت کریں، ان پر سلام پیش کریں، انکے درجات کی بلندی کے لئے اللہ سے دعا کریں۔ انکے اصحاب پر بھی سلام بھیجیں۔ مسجد کے درو دیوار سے انس و محبت کا اظہار کریں، پیغمبر ﷺ کے منبر، انکے حجرے، انکی تہجد پڑھنے کی جگہ، اور ریاض الجنۃ کی زیارت کریں اور کثرت سے نوافل اور درود پڑھیں۔

مدینے کی زیارت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو اسی طرح حرم ٹھہرایا ہے جس طرح مکہ کو سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے۔ چنانچہ یہاں بھی کسی جاندار کو مارنا، لڑائی جھگڑا کرنا اور ایذا رسانی اسی طرح

ممنوع ہے جیسے مکہ میں۔

ایک دن ہم مدینے کے سفر پر نکلے۔اس مرتبہ گائیڈ زیادہ معلومات رکھتا تھا۔سب سے پہلے احد پہاڑ پر پہنچے۔یہ ایک اونچا سا پہاڑ تھا۔اس کے سامنے وہی چٹان تھی جس پر آپ نے کچھ فوجیوں کو تعین کر کے جگہ نہ چھوڑنے کی ہدایت کی تھی۔لیکن آپ کی ہدایت پر عمل نہ کرنے کی بنا پر مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔بعد میں یہ شکست فتح میں بدل گئی اور کفار کے لشکر کو دم دبا کے بھاگنا پڑا۔یہ پہاڑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھا کیونکہ اسی کے دامن میں آپ نے پناہ لی تھی۔یہاں شہدا کی قبریں بھی تھیں جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر سب سے نمایاں تھی۔

یہاں مسجد ذوقبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد بھی دیکھی۔اسلام کی ابتدا میں جب نماز کا حکم آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ڈائریکشن میں نماز پڑھتے تھے کہ سامنے کعبہ ہوتا اور اس کی سیدھ میں بیت المقدس بھی ہوتا تھا۔یہ ڈائریکشن حجر اسود والی سمت تھی۔لیکن جب آپ مدینے تشریف فرما ہوئے تو کعبہ اور بیت المقدس دونوں مخالف سمت میں تھے اور دونوں کی جانب بیک وقت رخ کرنا ممکن نہ تھا۔چنانچہ آپ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن آپ کی شدید خواہش تھی کہ بیت اللہ ہی کو قبلہ قرار دے دیا جائے۔چنانچہ ایک دن آپ مدینے کے مضافاتی علاقے میں ایک صحابی کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لائے۔وہیں عصر کا وقت شروع ہوگیا اور آپ نے نماز پڑھائی۔جب آپ نماز کی حالت میں تھے تو وہیں قبلے کی تبدیلی کا حکم آگیا اور آپ نے حالت نماز ہی میں قبلہ تبدیل کیا۔اس جگہ پر ایک مسجد بعد میں تعمیر کردی گئی اور چونکہ یہ وہ واحد مسجد ہیں جہاں ایک ہی نماز دو قبلوں کو سامنے کر کے پڑھی گئی اس لئے اس کا نام مسجد ذوقبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد پڑ گیا۔

یہاں پر مسجد قبا بھی دیکھی جس کو اسلام کی پہلی مسجد کا شرف حاصل ہے۔میں وہاں دو رکعت نفل پڑھنے ہی لگا تھا کہ اچانک ریحان نے مجھے روک دیا۔پھر وہ مجھے ایک گنبد کے نیچے لے گیا اور کہا کہ یہاں نماز پڑھو۔میں نے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے مدینے تشریف لانے کے بعد پڑاؤ ڈالا تھا اور اونٹنی باندھی تھی۔ راستے میں حضرت عثمان کا کنواں اور دیگر اہم مقامات بھی دیکھے۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز پر ہم واپس آ گئے۔

مدینے میں قیام کے دوران ایک نمائش بھی دیکھی جو مسجد سے متصل عمارت میں تھی۔ اس میں مقدس مقامات کے ماڈل، تصاویر، نقشے اور تاریخی تفصیلات تھیں۔ سب سے اچھا ماڈل مسجد نبوی کا تھا جس میں بڑی خوبصورتی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور مسجد کو نمایاں کیا گیا تھا۔

مدینے کے معمولات

مدینے میں ہمارا قیام ۸ دنوں کا تھا۔ اس کی وجہ ایک ضعیف روایت تھی جس میں مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پوری کرنے کی ترغیب دی گئی تھی ۔ مدینے میں چونکہ طواف ممکن نہ تھا اس لئے دن میں فراغت ہی ہوتی۔ بس مسجد نبوی جا کر نمازیں پڑھتا، عصر کے بعد مسجد کی لائبریری میں جا کر مطالعہ کرتا، کبھی کبھی جنت البقیع چلا جاتا اور آدھی رات کو روضہ رسول پر حاضری دیتا، ریاض الجنۃ میں نوافل پڑھتا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی نماز پڑھنے کی جگہ پر تہجد کی نماز ادا کرتا تھا۔ وہاں تینوں وقت کا کھانا لدھیانوی ٹریولرز کی جانب سے ملتا تھا۔

آخری دن

آج مدینے میں آخری رات تھی۔ اگلے دن عشاء کے بعد کوچ کر جانا تھا۔ میرا یہ معمول تھا کہ رات کو تہجد پڑھنے آدھی رات کو مسجد ضرور جاتا چنانچہ اس رات اہتمام سے مسجد جانا چاہتا تھا تاکہ آخری حاضری کو یادگار بنا سکوں۔ سوئے اتفاق کہ رات کو آنکھ نہیں کھلی اور میری نماز رہ گئی۔ اس کا مجھے انتہائی افسوس ہوا۔ البتہ رات کو عشاء کے بعد میں نے روزہ رسول پر حاضری دی اور تہجد جلد پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ کچھ رکعتیں پڑھنے کے بعد میں نے ریاض الجنۃ کا قصد کیا لیکن وہاں بہت رش تھا اور جگہ ملنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اچانک میں نے دل کی گہرائیوں سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے ریاض الجنۃ میں جگہ دلوادے۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص سلام پھیر کر بیٹھا ہے۔ میں نے اس سے درخواست کی تو اس نے اسے قبول کرلیا اور جگہ چھوڑ دی۔ یوں اللہ نے

میری آخری خواہش بھی پوری کردی۔ جب ہوٹل پہنچا تو بیگم دیر سے پہنچنے پر انتہائی پریشان تھی ۔وہاں البیک کھایا جو اس سے قبل مکہ اور جدہ میں بھی کھا چکا تھا۔

رات کو آخری مرتبہ مسجد کے میناروں کو دیکھا اور بس میں بیٹھ گئے۔آخری مرتبہ بھیگی ہوئی آنکھوں سے نبی کے شہر کو دیکھا اور آنکھیں بند کرلیں کیونکہ اب دیکھنے کو بچا ہی کیا تھا۔آگے وہی مادی تہذیب کے نمائندہ شہر تھے جو روحانیت سے خالی تھے۔

واپسی

بالآخر دوبارہ جدہ کے لئے رخت سفر باندھا۔جدہ ائیر پورٹ پر ہم صبح ہی کو پہنچ گئے اور یہاں فجر کی نماز ادا کی ۔فلائٹ میں کافی دیر تھی اور ہمیں شام چار بجے تک انتظار کرنا تھا۔وقت کاٹنا ایک مشکل کام تھا چنانچہ گروپ کے لوگ ادھر ادھر بکھر گئے اور ماحول کا جائزہ لینے لگے۔گروپ لیڈر رافع سب سے اپنی سرونز کے بارے میں دریافت کررہے تھے ۔ہم سب نے اس پر اطمینان کا اظہار کیا۔بالآخر فلائیٹ کا وقت آگیا اور ہم ایک مرتبہ پھر جہاز پر سوار ہوگئے ۔جہاز کی کھڑکیوں سے میں نے حرم کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ اب بہت دور ہو چکا تھا۔لیکن جب دل کی دنیا میں جھانک کر دیکھا تو چار سو حرم ہی دکھائی دیا۔وہاں مسجد الحرام کے مینار اسی طرح روشن تھے، کعبہ کا غلاف وہی دعوت نظر دے رہا تھا، لوگ اسی طرح دیوانہ وار ملتزم سے چمٹے ہوئے تھے، حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے، صفا و مروہ پر دوڑ رہے تھے۔ان مناظر کو یاد کرکے بے اختیار آنسو نکل گئے یہ آنسو جدائی کے بھی تھے اور تشکر کے بھی۔جسمانی طور پر تو حرم دور ہوگیا تھا لیکن روحانی طور پر وہ میری یادوں میں بسا ہوا تھا۔اب یہی من کی دنیا تھی جس کے سہارے حرم سے رابطہ قائم رکھنا تھا۔

من کی دنیا من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق

تن کی دنیا تن کی دنیا، سود و سودا مکر و فن

....

ضمیمہ

اس ضمیمے کا بنیادی مقصد حج میں پیش آنے والی عملی مشکلات اور ان کے حل کی نشاندہی کرنا ہے تاکہ مسلمان ان عملی مسائل سے آگاہی حاصل کر کے اپنے حج کو بہتر طور پر انجام دے سکیں۔

حج کی عملی مشکلات اور علاج

حج کے لغوی معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ ارکانِ اسلام میں حج پانچواں اہم رکن ہے۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح حج کا انکار کرنے والا شخص بھی اسلام کے دائرے سے باہر سمجھا جاتا ہے اور اس مسئلے پر امت میں کوئی اختلاف نہیں۔ حج زندگی میں ایک بار ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو اسکی استطاعت رکھتا ہو۔

حج کی فرضیت

حج کی فرضیت اور اہمیت قرآن و حدیث میں بڑی واشگاف الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ قرآن میں اللہ نے حکم دیا ''جو استطاعت رکھے اس پر اس گھر کا حج فرض ہے اور جو کوئی انکار (کفر) کرے تو اللہ عالم والوں سے بے پرواہ ہے'' (آل عمران: ۹۷)۔

اسی طرح ایک حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ توحید و رسالت، نماز کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا'' (بخاری۔ کتاب الایمان: حدیث ۸)۔

حضرت عمر کا قول ہے ''جو شخص وسعت اور پرامن راستے کے باوجود حج نہیں کرتا اور مر جاتا ہے تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر'' (سنن کبریٰ بیہقی: ۴۔ ۳۳۴)۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے کہ ''جو استطاعت کے باوجود حج نہ

کرے اس کے لئے یہ برابر ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر" (سنن ترمذی: حدیث ۸۱۲) ۔لہٰذا حج استطاعت کے باوجود نہ کرنے کا نتیجہ کفر کی شکل میں نکل سکتا ہے۔

عمرے کی حیثیت

جہاں تک عمرے کا تعلق ہے تو یہ ایک نفلی عبادت ہے اور کوئی اگر استطاعت کے باوجود ساری عمر عمرہ نہ کرے تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں۔

حج و عمرے کی فضیلت

احادیث میں حج کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "حج اور عمرہ کرو کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے" (مشکوٰۃ جلد اول: ۲۰۲۔۱۴۲۰) جبکہ "حج مبرور کا بدلہ تو جنت کے سوا کچھ نہیں" (متفق علیہ)۔ اسی طرح ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اللہ کے لئے حج کرے، اپنی عورت سے صحبت کی باتیں نہ کرے اور گناہ سے گریز کرے وہ واپسی پر گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر آتا ہے جیسے آج ہی اسکی ماں نے جنا ہو" (مشکوٰۃ جلد اول: ۳۔۲۳۹۳)۔

حج بارے میں لوگوں کا رویہ

حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔ شریعت نے "استطاعت" کی تخصیص نہیں کی۔ اس کا تعلق ہر فرد کے اپنے حالات سے ہے۔ کہیں استطاعت کا مطلب محض سواری اور زادِ راہ (کے لئے مال) کا بندوبست ہے تو کہیں یہ امن و امان، صحت اور دیگر لوازمات پر منحصر ہے۔ لیکن حج کی استطاعت کا تعین کرنا کوئی الجبرا کا مشکل سوال نہیں کہ حل نہ ہو سکتا ہو۔ ہر صاحب شعور شخص یہ آسانی سے معلوم کر سکتا ہے کہ اس پر حج فرض ہے یا نہیں۔ اس ضمن میں اہلِ علم حضرات سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔

ہماری سوسائٹی میں دو قسم کے افراد پائے جاتے ہیں۔ایک وہ جو حج کی استطاعت نہیں رکھتے۔ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ استطاعت کے اسباب پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ سے دعا کرتے رہیں اور حج کی نیت رکھیں۔ممکن ہے اللہ کوئی راستہ نکال دے۔باقی وہ لوگ جو استطاعت رکھنے کے باوجود محض سستی، خوف، کنجوسی، لاپرواہی یا دیگر بہانوں سے تاخیر کررہے ہیں وہ اپنے ایمان کا ازسرِ نو جائزہ لیں۔وہ یہ جانیں کہ حج کی دین میں کیا اہمیت ہے، اور ایک دن آنے والا ہے جب وہ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر حج نہ کرنے کا عذر بیان کریں گے اور اگر اللہ نے وہ عذر تسلیم نہ کیا تو انجام کیا ہوگا۔

حج و عمرہ کا مختصر طریقہ

حج اور عمرہ ان عبادات میں سے ہیں جو عموماً زندگی میں ایک ہی مرتبہ کی جاتی ہیں۔چنانچہ انکی ادائیگی کا طریقہء کار یاد رکھنا ایک مشکل کام ہے۔عمرہ کا طریقہ یہ ہے کہ عمرے کی نیت سے میقات سے باہر احرام باندھ کر تلبیہ کہتے ہوئے مکے کی طرف کوچ کیا جائے۔ بیت اللہ کے سات چکر لگا کر صفا و مروہ کی سعی کی جائے پھر بال کٹوا کر احرام اتار دیا جائے۔

دوسری جانب حج ذوالحج کے مہینے کی ۸ تاریخ سے شروع ہوتا اور ۱۲ تاریخ تک جاری رہتا ہے۔ ابتدا اسی طرح احرام باندھ کر ہوتی ہے۔۸ ذوالحج کو منیٰ میں قیام، ۹ کو عرفات کا وقوف، مغرب پر مزدلفہ روانگی اور وہاں رات کا قیام، ۱۰ کو منیٰ روانگی اور جمرہ عقبہ کی سنگباری، قربانی، اور پھر سر منڈوا کر یا قصر کرا کے احرام اتار دینا۔ ۱۱ اور ۱۲ (اور اگر چاہیں تو ۱۳ ذوالحج) کی تاریخوں میں منیٰ میں قیام اور بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی۔ان ارکین کی فقہی تفصیل دیگر کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حج اور عمرہ کا فلسفہ و مقصد

حج اور عمرہ کے اس ظاہری پہلو کے علاوہ اسکا ایک باطنی رخ بھی ہے جس سے ہمارے علماء

عام طور پر صرف نظر کرتے ہیں ۔اس کا نتیجہ معترضین کے طنز و تشنیع کی صورت میں نکلتا ہے کہ حج اور ہندو یاترا میں (نعوذ باللہ) کوئی فرق نہیں، یا یہ عمل وقت اور پیسوں کا ضیاع ہے وغیرہ ۔ذیل میں ارکین اور شعائرِ حج کے فلسفے پر روشنی ڈالی جارہی ہے تا کہ اصل مقصود سامنے رہے۔

ا۔فطرت کی جانب واپسی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پسندیدہ فطرت پر پیدا کیا ہے۔لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس پر گناہوں کی گرد جمنا شروع ہو جاتی ہے اور اگر اس کا تدارک نہ کیا جائے تو فطرت مکمل طور پر پراگندگی کا شکار ہو جاتی ہے۔حج کا بنیادی مقصد انسان کو روحانی تطہیر کا ایک موقع فراہم کرنا ہے تا کہ وہ گناہوں سے پاک ہو کر اپنی اصل فطرت پر لوٹ آئے۔

۲۔عبادات کا پیکیج

اللہ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور حج بہت سی عبادات کا مجموعہ ہے ۔اس میں نماز، انفاق، ہجرت، بھوک و پیاس، مجاہدہ، جہاد، زہد و درویشی، قربانی، صبر، شکر سب شامل ہیں۔حج ان تمام عبادات کا ایک ایسا پیکیج فراہم کرتا ہے جو انسان کی روحانی بیماریوں کے لئے اکسیر کا کام کرتا ہے۔

۳۔ابلیس کے خلاف جنگ

اسی طرح حج مومن کو اسکے ازلی دشمن ابلیس کے خلاف تمثیلی جنگ میں برسرِ پیکار کرتا ہے۔وہ ابلیس جس نے انسان کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اسے حقیر سمجھا، جنت سے نکلوایا اور پھر دنیا میں گھات لگا کر بیٹھ گیا تا کہ اسے اپنے رب کے سامنے نااہل اور ناکام ثابت کردے۔حج اسی ازلی اور دشمن کی شناخت کراتا، اسکے چیلنج کی یاد دلاتا اور اس کو سنگسار کر کے طاغوتی رغبات کو کچلنے کا درس دیتا ہے۔

۴۔اسلامی شعائر سے آگاہی

حج اور عمرہ کا ایک اور مقصد امتِ مسلمہ کو اس کے مرکز، تاریخ اور شعائر سے آگاہ کرنا

ہے۔شعائر جمع ہے شعیرہ کی جس کا مطلب نشانی، علامت اور یادگار ہے۔ایک بندہ مومن اپنے محبوب خدا کی نشانیوں سے محبت کرتا، انکی تکریم کرتا اور ان کے پیچھے خدا کو محسوس کر کے جذبہء پرستش کو تسکین دیتا ہے۔چنانچہ بیت اللہ دیکھ کر وہ خدا کی ہیبت، اسکی انوار و تجلیات اور اسکی رحمتوں کا مشاہدہ کرتا اور پروانے کی مانند چکر لگاتا ہے۔حجرِ اسود کو خدا کا ہاتھ سمجھتے ہوئے اسکا بوسہ دیتا اور تجدید عہد کرتا ہے۔ملتزم کو خدا کے گھر کی چوکھٹ گردانتے ہوئے اس سے بھکاری کی مانند چمٹ جاتا ہے۔صفا و مروہ کے چکر کاٹتا اور خاندان ابراہیم کی سعی (کوشش) کی یاد تازہ کرتا ہے۔

۵۔تاریخ سے واقفیت

حج اور عمرے کے ذریعے امتِ مسلمہ کی ہر نسل اپنے اسلاف کے کارناموں اور انکے تاریخی ورثے سے روشناس ہوتی رہتی ہے کہ کس طرح حضرت ابرہیمؑ نے اپنے رب کے اشارے پر اپنی بیوی اور بچے کو ایک بنجر وادی میں بسایا، اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی سعی کی، کعبہ تعمیر کیا، لوگوں کو حج کی جانب بلایا، اور مکہ کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کی دعا کی۔اسی طرح مکے کی پہاڑیاں خدا کے آخری پیغمبرﷺ اور انکے جاں نثار ساتھیوں کی جدوجہد، قربانیوں، ان پر ہونے والے مظالم اور آخر میں انکی ہجرت کی داستان بیان کرتی ہیں۔

۶۔روحانیت

حج کا ایک اور مقصد تقوٰی کا حصول، دنیا سے دوری اور روحانیت کو فروغ دینا ہے۔بندہ اپنے رب کی رضا کے لئے دنیا کی زینت کو خود پر حرام کر لیتا ہے۔وہ اپنا میل کچیل دور نہیں کرتا، ناخن نہیں کاٹتا، جائز جنسی امور سے گریز کرتا، مختصر لباس زیب تن کرتا، برہنہ پا اور ننگے سر ہو کر روحانی مدارج طے کرتا اور خدا کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

ارکانِ حج کی حکمت

ذیل میں حج کے ہر رکن کا انفرادی مقصد اور فلسفہ بیان پیش خدمت ہے تا کہ ہر حج کرنے والا شعوری طور پر آگاہ رہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

۱۔احرام

حج درحقیقت شیطان کے خلاف ایک تمثیلی جنگ کا اظہار ہے۔ چنانچہ بندہ مومن جب شیطان سے برسرِ پیکار ہونے کے لئے اپنے رب کی پکار سنتا ہے تو ان سلے کپڑوں کی وردی زیب تن کر لیتا ہے۔ یہ احرام اس بات کی علامت ہے اس پر اب تمام جائز زیب و زینت، شہوانی لذت اور دنیا سے قربت کی ہر علامت حرام ہے یہاں تک کہ وہ اپنے دشمن ابلیس پر سنگباری کر کے اسے مسمار نہ کر دے۔ (البتہ خواتین کا احرام ان کا اپنا لباس ہی ہے۔)

۲۔تلبیہ

اپنے کمانڈر کے بلاوے پر بندہ برہنہ پا یہ کہتے ہوئے نکل کھڑا ہوا کہ اے رب میں حاضر ہوں، حاضر ہوں کہ تیرا کوئی شریک نہیں، تعریف تیرے ہی لئے، نعمت تیری ہی ہے اور تیری ہی بادشاہی ہے جس میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ یہ ترانہ پڑھتے ہوئے اپنی وفاداری کا اظہار کرتا، شیطان کی دعوت کا انکار کرتا، اپنا مورال بلند کرتا، اور یقینی فتح کے نشے میں جھومتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔

۳۔حدودِ حرم

اب یہ مجاہد حرم کی حدود میں داخل ہوا چاہتا ہے۔ مکہ کے اردگرد کے متعین علاقے کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے۔ حرم کا مطلب ہے حرمت والی جگہ۔ یہ حدود حرم بادشاہ سے قربت کی علامت ہے۔ جب ایک شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے تو اس کا پورا وجود انتہائی ادب

اور احترام کی تصویر پیش کرتا ہے۔نگاہیں نیچی، اعضا ساکن، ہاتھ بندھے ہوئے اور چہرے پر سنجیدگی۔ گویا ہر عضو یہ کہہ رہا ہے کہ سرکار میں آپ کا تابعدار اور وفادار ہوں۔اس دربار میں جماہی بھی گستاخی سمجھی جاتی اور معمولی غلطی بھی کڑی سزا کا پیغام بن جاتی ہے۔یہ حرم بادشاہوں کے بادشاہ کا دربار ہے۔اس دربار کا اپنا پروٹوکول ہے۔یہاں لمحوں کی غلطی ابدی سزا کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔اس دربار میں معصیت بدرجہء اولیٰ حرام ہوجاتی اور کچھ جائز امور پر اضافی پابندی لگ جاتی ہے۔مثلاً یہاں حکم ہے کہ ادب پیشِ نظر رہے، خیالات پاکیزہ ہوں، کسی جاندار نہ مارا جائے، کسی پتے یا گھاس کو نہیں توڑا جائے اور کسی کو ایذا نہ پہنچائی جائے۔

۴۔منیٰ میں قیام

۸ ذوالحج کو یہ سرفروش دیگر مجاہدین کے ساتھ ایک میدان میں پڑاؤ ڈالتا ہے جہاں دشمن سے مقابلے کی تیاری کرنی ہے۔یہاں وہ اپنے رب کی حمد وثنا کرتا،اس سے مقابلے میں کامیابی کی بھیک مانگتا،اس سے رہنمائی طلب کرتا اور ماضی کی کوتاہیوں پر نادم ہوکر مغفرت کا طلب گار ہوتا ہے۔یہاں یہ اپنے تقویٰ ،صبر، استقامت اور نفس کشی کے ہتھیار تیز کرتا ہے تا کہ اگلے محاذ پر کوئی دقت نہ ہو۔

۵۔عرفات کا وقوف

اگلے دن یہ کفن پوش مجاہد ایک کھلے میدان میں پہنچ کر دشمن پر اپنی طاقت کا اظہار کرتا اور اپنے امام کا خطبہ سنتا ہے جو اس تمثیلی جنگ میں انہیں آگاہ کرتا ہے کہ ان کے رب کا کیا حکم ہے اور دشمن کس طرح سے گھات لگا کر بیٹھا ہے؟ عرفات یہ سبق دیتا ہے کہ کڑی دھوپ میں بھی ہمت نہیں ہارنی، حوصلے پست نہیں کرنے بلکہ اس ازلی دشمن کو یہ بتانا ہے اسکی شکست میں ہی ہماری زندگی ہے۔آج اس نفس کو مشقت کا عادی نہ بنایا تو کل شیطان کا پلہ بھاری ہوگا پھر وہ آرام طلب نفس کو اپنی مرضی سے چلائے گا اور یہ انسان گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جائے گا۔

۶۔شبِ مزدلفہ

دشمن سے مڈبھیڑ ہونے میں بس اب ایک رات باقی ہے۔چنانچہ عرفات کے میدان سے اگلے مورچے پر پڑاوٗ ڈالا جاتا ہے۔اوپر کھلا آسمان ہے، نیچے کوئی بستر نہیں۔مگر کیا ہوا؟ چند لمحوں کی بات ہے پھر یہ شیطان اور نفس کے خلاف معرکہ آرائی ختم ہوگی اور یہ مجاہد خدا کے انعام سے سرفراز ہوگا۔مزدلفہ کے میدان میں پہنچ کر تھکن بہت ہوگئی۔کچھ دیر سستا کر یہ حوصلہ مند مجاہد اگلے دن دشمن پر جھپٹنے کے لئے تازہ دم ہوتا ہے۔

۷۔رمی

صبح ہوگئی اور تاریکی ختم ہوئی۔اس طرح قیامت کی صبح بھی ہوگی اور ظلم و عدوان کے اندھیرے مٹ جائیں گے۔آج گھمسان کا رن پڑنے والا ہے۔آج وہ دشمن سامنے ہے جس نے ہمارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا،ان سے پوشاکیں چھین لیں، ہابیل و قابیل کو لڑوا دیا،اور پھر کثیر خلقت کو شرک، زنا اور قتل پر اکسا کر خدا کی راہ سے برگشتہ کردیا۔

رمی کی تاریخ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو لے کر اللہ کے حکم سے قربان گاہ تک پہنچے تو شیطان نے راستے میں انہیں ورغلانے کی کوشش کی اور ان کے کان میں سرگوشی کی کہ پاگل ہوئے ہو؟ کیا اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروگے؟ ابراہیمؑ نے اس پر سنگباری کی اور دھتکار دیا۔آج اس بندے نے بھی شیطانی وسوسوں سے مغلوب نہیں ہونا بلکہ اسے سنگسار کر کے طاغوت کا انکار کرنا ہے۔جب کنکریاں ماردی گئیں تو تلبیہ ختم ہوا کیونکہ شیطان کی ناک رگڑی جا چکی اور رحمان کا بول بالا ہوا۔

۸۔قربانی

ہر حاجی حضرت ابرہیم کی مانندؑ تو نہیں کہ اپنی اولاد کو قربان کرنے کی ہمت کر پائے۔

البتہ جانور کی قربانی علامتی اظہار ہے کہ وقت پڑنے پر یہ اپنی جان، اپنا مال، اپنی اولاد اور سب کچھ خدا کے قدموں میں نچھاور کردے گا۔ کیونکہ خدا تو وہ ہے جس کے قبضے میں زمین کے سارے خزانے اور آسمان کی تمام دولتیں ہیں، وہی اولاد دیتا اور چھینتا ہے، یہ سانسیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔ اگر وہ مال یا جان میں سے کوئی حصہ مانگے تو اپنی دی ہوئی چیز ہی مانگ رہا ہے۔ پھر اگر وہ آزمائش کے لئے کچھ چھین لیتا ہے تو اس دنیا اور آخرت میں کئی گنا عطا کردیتا ہے۔ آج کی قربانی میں حاجی نفس کے ہر اس تقاضے پر چھری پھیر دیتا ہے جو اسے خدا سے دور اور شیطان کے قریب کرے۔

۹۔ حلق

زمانہ قدیم میں جب لوگوں کو غلام بنایا جاتا تو انکا سر مونڈ دیا جاتا تھا جو اس بات کی تعبیر ہوتی کہ یہ کسی کا غلام ہے۔ حاجی نے علامتی طور پر غلامی کے لوازمات پورے کردیے ہیں لہٰذا یہ بھی اپنا سر منڈا کر خدا کی غلامی کی تجدید کرتا اور ہمیشہ اسی کا وفادار رہنے کا عہد کرتا ہے کہ وہ ہر سرد و گرم، دھوپ اور چھاؤں، فقر و امارت، تنگی و آسانی پر راضی رہے گا کیونکہ وفادار غلاموں کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔

۱۰۔ احرام اتارنا

احرام باندھنا دنیا سے لاتعلقی کی علامت تھی۔ اب اس علامتی جنگی مشق کے بعد دوبارہ اس دنیا میں واپسی کا سفر شروع کرتا ہے جہاں شیطان بھی ہے اور نفس بھی۔ امید ہے خدا کی نصرت سے اس دنیا کی جنگ میں بھی کامیابی ملے گی۔ چنانچہ حاجی دنیا میں واپسی کی ابتدا سر منڈوا کر کرتا ہے۔ پھر وہ میل کچیل دور کر کے غسل کرتا، ناخن تراشتا، خوشبو لگاتا اور خدا کی بڑائی بیان کرتے ہوئے بیت اللہ کی طرف دوڑتا ہے جہاں ایک پروانے نے شمع پر جان نثار کرنی ہے۔

۱۱۔طواف

خانہ کعبہ وہ پہلا گھر ہے جسے اللہ نے عبادت کے لئے تعمیر کیا۔بعد میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے اللہ کے حکم سے اس کی تعمیر نو کی۔ایک تحقیق کے مطابق یہودیوں کا بھی یہی قبلہ تھا اور بیت المقدس کا رخ کعبہ کی طرف ہی تھا۔بعد میں یہودیوں نے تحریف کر کے کعبے کا ذکر ہی بائبل سے غائب کر دیا۔طواف کی حقیقت یہ ہے کہ قدیم کے زمانوں کی روایت تھی کہ قربانی کے جانور کو معبد (عبادت گاہ) کے گرد پھیرے دلوائے جاتے تھے جس سے معبد کی عظمت اور قربانی کے ثمرات کا استحضار ہوتا تھا۔طواف اسی روایت کا علامتی اظہار ہے۔

اب یہ سرفروش کعبہ کے سامنے کھڑا ہے جو خدا کے جلال ،اسکی عظمت ،اسکی ہیبت اور اسکے انوار و تجلیات کا مرکز ہے۔یہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے تیار کے لئے بے تاب ہے تا کہ وہ اپنی خوہشات ، رغبات، شہوات، مفادات اور تعصبات کو خدا کی رضا اور اس کے حکم پر قربان کرنے کا اظہار کر سکے۔ہر چکر پر حجر اسود کا بوسہ یا استلام درحقیقت اپنا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں دینے کی تعبیر ہے تا کہ اللہ سے کئے ہوئے عہد کی تجدید کی جا سکے۔

۱۲۔سعی

سعی کے لغوی معنی کوشش کے ہیں۔مسلمانوں کی معروف روایات کے مطابق سعی حضرت حاجرہؑ کی اضطرابی کیفیت کی نقالی ہے جو انہوں نے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑ کر کی۔لیکن دیگر علماء کی تحقیق کے مطابق حضرت ابراہیمؑ جب حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان کرنے کے لئے صفا پر پہنچ کر آگے بڑھے تو شیطان نے حکم عدولی کے لئے وسوسہ ڈالا۔اس وسوسے کے برخلاف وہ حکم کی تعمیل کے لئے تیزی دوڑے اور مروہ پر پہنچ کر لخت جگر خدا کے قدموں میں ڈال دیا۔بہر حال سعی شیطان کی ترغیب سے بھاگنے اور خدا کی رضا کی جانب دوڑنے کا نام ہے۔

۱۳۔ منیٰ میں دوبارہ قیام اور رمی

۱۱ اور ۱۲ ذوالحج کو منیٰ کی وادی میں دوبارہ خیمہ زن ہوا جاتا ہے جہاں اس جہاد کا اگلا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ یہاں حاجی خدا کی بڑائی بیان کرتا، اسکی حمد کرتا، اس سے اپنی محبت کا والہانہ اظہار کرتا اور اسکی یاد سے دل کے سوتے تر کرتا ہے۔ یہاں اس نے قیام کرنا اور تینوں جمرات (شیطانوں) کو سنگسار کرنا ہے۔ اس قیام کا فلسفہ یہی ہے ابھی جنگ جاری ہے اور شیطان اور نفس کے خلاف جدوجہد کوئی ایک دن کا کام نہیں بلکہ یہ عمل پیہم ہے۔

۱۲ یا ۱۳ ذوالحج کے بعد حج ختم ہوا۔ گناہوں سے آزادی کے بعد بندہ اپنی فطرت پر واپس آچکا ہے جس طرح وہ اپنی پیدائش کے وقت تھا۔ اب وہ تربیت حاصل کرچکا ہے کہ کس طرح عملی دنیا میں شیطان اور نفس کے خلاف جنگ کرنی ہے۔

۱۴۔ طوافِ وداع

حرم کی حدود سے نکلنے کے لئے بیت اللہ کا طواف کرنا ہے جو بادشاہ کے دربار کا الوداعی سلام ہے۔ یہ طواف جو ایک مرتبہ پھر اپنی قربانی کے وعدے کی تجدید ہے۔

حج کی آفات اور انکا علاج

حج کا بنیادی مقصد جیسا کہ بیان کیا گیا معصیت کی زندگی سے آزادی اور روحانی امراض سے نجات ہے۔ لیکن اکثر حاجی اس مقصد کو حاصل کرنے کامیاب نہیں ہو پاتے اور وہ گئے تو شیطان کو شکست دینے تھے لیکن خود ہی ہار کے آجاتے ہیں۔ اس کا ثبوت حج کے بعد شروع ہونے والی بے روح زندگی سے ملتا ہے۔ حج کی برکتیں سمیٹنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شیطان اور نفس کے فریب سے آگاہی حاصل کرکے اس سے نبرد آزما ہونے کی بھرپور کوشش کریں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آفات کو سمجھنا اور ان سے نبٹنا ضروری ہے۔

۱۔نیت کی خرابی

ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے وقت دل میں یہ نیت نہ ہو کہ شاپنگ کرنی ہے،سعودی عرب کی تفریح کرنی ہے،نام کے ساتھ حاجی لگوانا یا لوگوں پر دھاک بٹھا کر مرعوب کرنا ہے۔بلکہ اپنی نیت کو خالص کرتے ہوئے محض خدا کی خوشنودی کو پیش نظر رکھیں کہ اللہ راضی ہو جائے اور وہ خوش ہو کر گناہوں کو مٹا دے،اپنی جنت لکھ میرے نام کردے اور جہنم سے آزادی کا پروانہ جاری کردے۔یاد رکھیں اس سفر میں آپ کو وہی ملے گا جس کی آپ تمنا کی۔

۲۔شہوانی امور میں ملوث ہونا

حج اور عمرہ میں جائز جنسی تعلق پر بھی پابندی لگ جاتی ہے یہاں تک کہ میاں بیوی کا شہوت کی باتیں کرنا بھی ممنوع ہے۔بالعموم لوگ اس کا خیال رکھتے ہیں لیکن بھول چوک ایک فطری امر ہے۔چنانچہ میاں بیوی کے تعلقات میں احتیاط کے لئے بہتر ہے کہ مخصوص دنوں میں علیحدہ سونے کا انتظام کیا جائے ۔اور گفتگو میں احتیاط سے کام لیا جائے۔

دورانِ حج اور بالخصوص طواف میں نامحرموں سے اختلاط کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔جب مختلف قومیتوں کے مرد اور خواتین کھلے چہرے کے ساتھ نظر آتے ہیں تو نگاہیں قابو میں نہیں رہتیں۔دوسری جانب طواف کے دوران رش میں نامحرموں کے آپس میں ٹکرانے کے امکانات بھی بڑھ جاتے ہیں۔لیکن گناہ یہ نہیں کہ نامحرم پر نظر بالکل نہ پڑے بلکہ معصیت یہ ہے کہ ارادتاً نظر ڈالی جائے،یا نظر پڑ جانے پر لذت حاصل کی جائے یا بدن ٹکرانے پر محظوظ ہوا جائے۔یاد رہے کہ آپ خدا کے دربار میں موجود ہیں اور یہ تو بڑی دیدہ دلیری ہے کہ بادشاہ کی آنکھوں کے سامنے بے حیائی اور بے شرمی برتی جائے۔اس کا علاج یہ ہے آنکھوں کو قابو رکھا جائے،نظر پڑنے پر اسے فوراً ہٹا لیا جائے۔کہ خیالات کو پاکیزہ رکھا جائے اور طواف میں ٹکراؤ سے بچنے کے لئے احتیاط برتی جائے۔اسی کے ساتھ ساتھ ہر لمحہ اللہ کی یاد دل میں رکھی جائے کہ وہ میرے

سامنے موجود ہے، اس کا گھر میری نگاہوں میں ہے، اور وہ دلوں کے بھید بھی جان لیتا ہے۔

۳۔ فسق و فجور یعنی گناہ کے کام

ہر چھوٹا یا بڑا گناہ خدا کی حکم عدولی ہے لیکن حرم کی حدود میں تو بے ادبی بھی گوارا نہیں چہ جائکہ گناہ کی گنجائش ہو۔ عام طور پر جو گناہ سرزد ہوتے ہیں ان میں غیبت، چغلی، بدکلامی، جھوٹ، ایذا رسانی، بدنگاہی، چوری، بددیانتی اور اللہ کے شعائر کی بے حرمتی شامل ہیں۔ جہاں تک کلام سے متعلق گناہوں کا تعلق ہے تو اسکا سبب بے احتیاطی ہے۔ چنانچہ کم گوئی، سوچ کر بولنے کی عادت اور ذکر اللہ کی کثرت سے زبان کو گناہوں سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ جبکہ چوری اور دیگر گناہوں کا سبب ایمان کی کمزوری ہے جس کا علاج اچھے اہلِ علم کی صحبت اور قرآن کا تدبر سے مطالعہ ہے۔

۴۔ لڑائی جھگڑا

اس اجتماعی عبادت میں بارہا مواقع آتے ہیں جب ایک دوسرے سے تکرار اور لڑائی جھگڑا ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ طواف اور رمی کے دوران رش کی زیادتی، منیٰ میں جگہ کی تنگی اور بیت الخلا کی تعداد میں کمی، بسوں میں تکالیف اور ٹریفک جام وغیرہ وہ امور ہیں جو چڑچڑاہٹ، غصہ اور بالآخر فساد کی بنیاد بن جاتے ہیں۔ اس کا اصولی علاج تو یہ ہے کہ شیطانی وسوسوں اور نفس کے تقاضوں پر صبر اور تحمل سے کام لیا جائے۔ دوسرا یہ کہ فساد کے اسباب سے ہر صورت اجتناب برتا جائے مثال کے طور پر طواف میں دوسروں کے دھکوں اور تکالیف پر صبر اور عفو درگذر اختیار کرتے ہوئے اللہ سے اجر کی امید رکھیں۔ حجر اسود، ملتزم اور حطیم تک پہنچنے کی ایسی کوشش نہ کریں جو لوگوں کو دھکا دینے یا اذیت کا سبب بنے کیونکہ دوسروں کو اذیت دینا حرام اور حجر اسود کا بوسہ نفل ہے۔ لہٰذا ایک نفل کے لئے حرام کام کرنا کوئی نیکی نہیں۔ اسی طرح مقام ابراہیم یا مطاف میں طواف کے نفل رش کے اوقات میں پڑھنے سے گریز کریں۔

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے حجر اسود کو بوسہ نہ دیا، حطیم میں نماز نہ پڑھی، ملتزم سے

نہ چمٹے تو انکا حج ادھورا رہ جائے گا یا کم از کم وہ اس کے عظیم اجر سے محروم رہ جائیں گے۔ حقیقت اس کے بر خلاف ہے۔ دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے لئے بوسے کی جگہ استلام زیادہ اجر کا باعث ہے۔ اسی طرح سینکڑوں لوگوں کو دھکا دے کر ملتزم سے چمٹنے کی بجائے ملتزم کو دور سے دیکھ کر مانگی گئی دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہے۔

منٰی میں قیام کے دوران جگہ کی تنگی ہوتی ہے چنانچہ ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بھائی کے لئے اپنا حق بھی چھوڑنے کا پر آمادہ ہو جائیں۔ باتھ رومز میں بہت رش ہوتا اور لائنیں لمبی ہوتی ہیں۔ چنانچہ لائن میں کھڑے ہو کر بد دیانتی یا بے صبری نہ کریں، نیز کم سے کم کھانے پینے کو ترجیح دیں تاکہ زیادہ باتھ روم نہ جانا پڑے۔ بسوں میں سفر کے دوران بھی اسی ایثار، ہمدردی اور صبر کا مظاہرہ کریں۔

اسی طرح عرفات سے مزدلفہ جاتے وقت لوگ راستوں میں ہی بیٹھنا شروع ہو جاتے ہیں جس پیچھے آنے والے لوگوں کو شدید تکلیف ہوتی ہے اور تصادم کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ گذرگاہ میں ہرگز نہ بیٹھیں خواہ آپ کو کتنا ہی پیدل کیوں نہ چلنا پڑے۔

۵۔ اللہ کے شعائر اور حدود کی بے حرمتی

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ مکہ حرم ہے جہاں چند جائز کام بھی حرام ہو جاتے اور ناجائز امور کی کراہیت تو بدرجہ اولٰی بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح خانہ کعبہ، حجر اسود، مسجد الحرام، صفا اور مروہ وغیرہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ انکا احترام، تعظیم اور تکریم کرنا فرض ہے۔ لیکن عمومی طور پر مسلمانوں کا رویہ کچھ مناسب نہیں۔ مسجد الحرام میں نمازوں کے اوقات کے علاوہ ایک شور کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ اسی طرح مسجد میں دنیاوی باتیں، موبائل کی بے ہودہ ٹیونز کا استعمال، کھانا، پینا، سونا اور کعبہ کی طرف ٹانگیں کرنا ایک معمول ہے۔ دوسری جانب کچھ لوگ آب زمزم سے ناک صاف کرتے، وضو بناتے اور بعض اوقات غسل تک کر کے گندگی پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ حج یا عمرے پر جانے سے پہلے تربیت حاصل کی جائے اور غذا کی

نشانیوں کی ہیبت دل میں رکھی جائے ورنہ اس سفر کے ثمرات کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

۶۔بازاروں کا طواف

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی حدود سے باہر نکلتے ہی بازار شروع ہو جاتے ہیں۔چونکہ حج اور عمرے میں فراغت بہت ہوتی ہے لہذا لوگ نمازوں سے فارغ ہوتے ہی بازاروں کا رخ کرتے ہیں۔کچھ لوگ تو اپنے وطن سے نکلتے وقت ہی ایک طویل فہرست لے کر چلتے اور پھر اس کی تکمیل میں مکہ ومدینہ کی تمام دوکانوں کا طواف کر ڈالتے ہیں۔چنانچہ وہ وقت جو اللہ کے گھر کے طواف،دنیا سے دوری، زہد اور درویشی اختیار کرنے میں صرف ہونا چاہئے تھا وہ شاپنگ کی نظر ہو جاتا ہے اور شیطان کا داؤ چل جاتا ہے۔

پہلی بات تو یہ سمجھنی چاہئے کہ یہ دور آزادانہ تجارت کا دور ہے۔آج جو اشیاء عرب ملکوں میں دستیاب ہیں وہ تمام چیزیں کم وبیش اسی دام میں پاکستانی اسٹوروں پر بھی موجود ہیں۔لہذا خوامخواہ کا بوجھ لاد کر لانا بے وقوفی ہے۔

بازاروں سے بچئے اور فراغت کو ختم کرنے کے لئے طواف کثرت سے کریں کیونکہ یہ وہ عبادت ہے جو دنیا میں کہیں اور نہیں کی جاسکتی۔اسی طرح مسجد حرام میں نوافل وتسبیحات کا اہتمام کریں کیونکہ اس مسجد میں نماز کا اجر ایک لاکھ گنا زیادہ ہے۔خانہ کعبہ کا دیدار کریں اور خدا سے دعائیں مانگیں، اسکی حمد وثنا کریں۔پھر اپنی قیام گاہ میں آکر قرآن کا غور سے مطالعہ کریں۔پیغمبر کی سیرت پر کتاب پڑھیں اور مکہ مدینہ کی گلیوں میں گھوم کر ابراہیم واسماعیل، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کی یادیں تازہ کریں۔

۷۔دعا کی روح سے محرومی

کچھ لوگ طواف اور سعی کرتے وقت کتاب سے دیکھ کر دعا پڑھ رہے ہوتے ہیں حالانکہ اسکی ضرورت نہیں کیونکہ طواف اور سعی کی کوئی دعائیں مخصوص نہیں۔اسی طرح کچھ لوگ کورس کی شکل میں بلند آواز میں دعا مانگتے ہیں جو خلاف سنت اور باعث تکلیف ہے۔اس ضمن میں ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ عوام کی اکثریت کو علم نہیں ہوتا کہ دعا کیا اور کس طرح مانگی جائے۔وہ مال، اولاد،

صحت، بچوں کی شادی و تعلیم اور دیگر دنیاوی امور کی دعا مانگ کر بور ہو جاتے ہیں ۔وہ نہیں جانتے کہ آخرت میں کامیابی بھی دعا ہے ،خدا کی تعریف کرنا، اس سے باتیں کرنا، اسکی تسبیح بیان کرنا بھی دعا ہے۔اس سلسلے میں دعاؤں کی کتاب حصنِ حصین سے مدد لی جاسکتی ہے۔البتہ جو دعا بھی مانگی جائے وہ سمجھ اور شعور سے مانگی جائے خواہ وہ کسی بھی زبان میں ہو۔

اسی طرح منیٰ میں قیام کے دوران گپ شپ کرنے کی بجائے ذرا خیمے سے ہٹ کر پہاڑ پر چڑھ جائیں اور خدا کی قدرت کا نظارہ کریں، اس کی تعریف کریں، اس کی تسبیح کریں اور تنہائی میں گڑگڑا کر اس سے مانگیں۔عرفات میں بھی تنہائی میں برہنہ پا کھلے آسمان کے نیچے کھڑے رب کائنات کو پکاریں۔

۸۔ظاہری فقہ میں اشتغال

ایک اور آفت یہ ہے کہ لوگ ظواہر میں حد سے زیادہ ملوث ہو کر وہم کا شکار ہو جاتے ہیں کہ کہ کہیں حج فاسد تو نہیں ہو گیا۔حج کی غیر مستند کتابیں، عام لوگوں کے مفتیانہ مشورے اور مسالک کا اختلاف اس کنفیوژن کے اہم اسباب ہیں۔اس کا حل یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے کی صورت میں مستند کتابوں سے رجوع کریں اور کسی غیر عالم سے پوچھنے کی بجائے اپنے اعتماد کے علماء سے رجوع کریں جو بڑی آسانی سے دورانِ سفر دستیاب ہوتے ہیں۔نیز حج کے ہر ظاہری عمل کو سمجھ کر اسکی اصل روح کے مطابق ادا کریں کیونکہ خدا کو ہماری قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔

۹۔زیارتِ مدینہ کے مسائل

مدینے کی زیارت حج یا عمرے کا جزو تو نہیں البتہ دنیا بھر کے حاجی مدینے کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں جو بڑی سعادت کی بات ہے۔مکہ خدا کے جلال جبکہ مدینہ اس کے جمال کا اظہار ہے۔

مدینے کو نبی کریم ﷺ نے حرم ٹھہرایا ہے لہٰذا اس حرم کی حرمت، تعظیم اور اکرام بھی لازم ہے۔

مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا عام مساجد کے مقابلے میں ہزار گنا افضل ہے۔نبی کریم ﷺ کے

روضے کی حاضری ایک شرف کی بات ہے کہ یہاں خدا کا آخری اور عظیم ترین پیغمبر محو استراحت ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی میں روضہ رسول کی زیارت کریں، ان پر سلام پیش کریں، انکے درجات کی بلندی کے لئے اللہ سے دعا کریں۔ انکے اصحاب پر بھی سلام بھیجیں۔ مسجد کے درودیوار سے انس ومحبت کا اظہار کریں، پیغمبر ﷺ کے ممبر، انکے حجرے، انکی تہجد پڑھنے کی جگہ، اور ریاض الجنۃ کی زیارت کریں اور کثرت سے نوافل اور درود پڑھیں۔

البتہ کچھ لوگ غلو کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ ہی سے مانگنے لگ جاتے یا براہِ راست انہیں مخاطب کرتے ہیں۔ اسی طرح جنت البقیع کے قبرستان میں جا کر کچھ لوگ صحابہ کرام سے اپنی منت اور مرادیں مانگتے اور پیغمبر ﷺ کی بنیادی تعلیم (توحید) کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ یاد رکھیں شرک ظاہری ہو یا پوشیدہ، اسکی معافی نہیں۔

۱۰۔ دنیا میں واپسی

حج ختم ہوا۔ اب وطن واپس آ کر اسی دنیا میں زندگی کی ابتدا کرنی ہے جہاں نفس کے تقاضے بھی ہیں اور شیطان کے جھانسے بھی۔ لیکن حج کا سبق اور تربیت یاد رکھیں کہ نفس کے ہر غلط تقاضے کو قربان کرنا اور ابلیس کو ہر دعوت پر سنگسار کرنا ہے۔

جب زندگی شروع ہوگی

مصنف: ابو یحییٰ
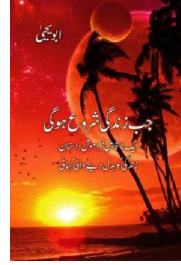
☆ ایک ایسی کتاب جس نے دنیا بھر میں تہلکہ مچا دیا

☆ ایک ایسی تحریر جسے لاکھوں لوگوں نے پڑھا

☆ ایک ایسی تحریر جس نے بہت سی زندگیاں بدل دیں

☆ ایک ایسی تحریر جو اب ایک تحریک بن چکی ہے

☆ آنے والی دنیا اور نئی زندگی کا جامع نقشہ ایک دلچسپ ناول کی شکل میں

☆ ایک ایسی تحریر جو اللہ اور اس کی ملاقات پر آپ کا یقین تازہ کر دے گی

☆ علم و ادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف

قسم اُس وقت کی

مصنف: ابو یحییٰ
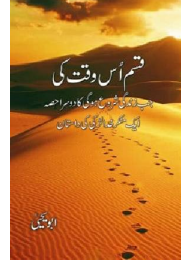
’’جب زندگی شروع ہوگی‘‘ سے شروع ہوئی کہانی کا دوسرا حصہ

☆ ایک ایسی کتاب جس نے کفر کی طرف بڑھتے کئی قدموں کو تھام لیا

☆ ایک منکرِ خدا لڑکی کی داستان سفر جو سچ تلاش کرنے نکلی تھی

☆ ایک خدا پرست کی کہانی جس کی زندگی سراپا بندگی تھی

☆ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور روز قیامت کا ناقابل تردید ثبوت

☆ رسولوں کی صداقت کا نشان دور رسالت کی زندہ داستان

☆ کفر والحاد کے ہر سوال کا جواب ہر شبہے کا ازالہ

☆ ایک ایسی کتاب جو آپ کے ایمان کو یقین میں بدل دے گی

☆ ابو یحییٰ کی شہرہ آفاق کتاب ’’جب زندگی شروع ہوگی‘‘ کا دوسرا حصہ

آخری جنگ

مصنف: ابو یحییٰ
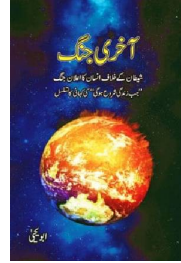
''جب زندگی شروع ہوگی'' سے شروع ہوئی کہانی کا تیسرا حصہ

☆ جب زندگی شروع ہوگی کی کہانی کا دلچسپ تسلسل

☆ شیطان اور انسان کی ازلی جنگ کا آخری معرکہ

☆ شیطانی طاقتوں کے طریقہ واردات کا دلچسپ بیان

☆ شیطان کے حملوں کو ناکام بنانے کے موثر طریقے

☆ مسلمانوں کے عروج کا وہ راستہ جو قرآن مجید بتاتا ہے

☆ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کامیابی کا حقیقی راستہ

☆ تاریخ کے وہ اسباق جو مسلمان بھول چکے ہیں

☆ یہ سب کچھ عبداللہ اور ناعمہ کی داستان کی شکل میں پڑھیے

خدا بول رہا ہے

مصنف: ابو یحییٰ
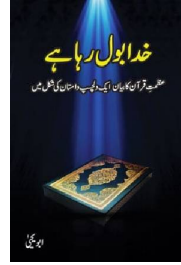
''جب زندگی شروع ہوگی'' سے شروع ہوئی کہانی کا چوتھا حصہ

☆ ''جب زندگی شروع ہوگی'' کی کہانی کا ایک نیا پہلو

☆ جنت میں عبداللہ کی اپنے والدین سے ملاقات کی روداد

☆ عظمتِ قرآن کا بیان، ایک منفرد ناول کی شکل میں

☆ ایک باوفا شخص کے اوراق حیات جس کی دنیا لٹ گئی تھی

☆ ایک نوعمر لڑکی کی داستان جو دنیا کو اپنی جنت بنانا چاہتی تھی

☆ قرآن کی تاثیر کا بیان جس نے ان دونوں کی زندگیاں بدل کر رکھ دیں

☆ قرآن کی دعوت کو سمجھنے اور سمجھانے کا انوکھا انداز

☆ وہ کہانی جس کا اختتام جانتے ہوئے بھی آپ اسے ختم کیے بنا نہیں رہ سکتے

☆ ایک اچھوتے اور منفرد انداز میں قرآن مجید کا تعارف

قرآن کا مطلوب انسان

مصنف: ابو یحییٰ
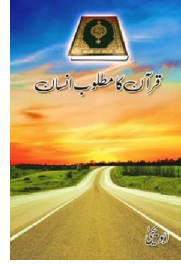
☆ قرآن مجید پر مبنی اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام

☆ اللہ تعالیٰ ہمیں کیسا دیکھنا چاہتے ہیں

☆ وہ کن لوگوں کو جنت عطا کریں گے

☆ کون سے اعمال انہیں ناراض کر دیتے ہیں

☆ ان کی پسند اور ناپسند کا راستہ کیا ہے

☆ اللہ تعالیٰ کی مرضی ان کے اپنے الفاظ میں جاننے کا منفرد ذریعہ

☆ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین اخلاق نبوی کا قرآنی نمونہ

☆ ابو یحییٰ کی ایک منفرد تصنیف

تیسری روشنی

مصنف: ابو یحییٰ
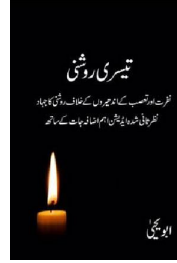
☆ ابو یحییٰ کی داستان حیات ۔ تلاش حق کی سچی کہانی

☆ نفرت اور تعصب کے اندھیروں کے خلاف روشنی کا جہاد

☆ جب زندگی شروع ہوگی کے حوالے سے اٹھائے گئے اہم سوالات کا جواب

☆ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے والے رویوں کا تفصیلی بیان

☆ امت مسلمہ کے اتحاد کا جذبہ رکھنے والوں کے لیے ایک رہنما تصنیف

☆ ابو یحییٰ کی ایک اور منفرد تصنیف

بس یہی دل

مصنف: ابو یحییٰ
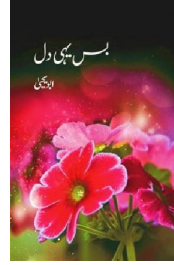
☆ دل کو چھو لینے والے مضامین

☆ ذہن کو روشن کر دینے والی تحریریں

☆ آنکھوں کو نم کر دینے والے الفاظ

☆ ابو یحییٰ کے قلم سے نکلے ہوئے وہ مضامین جو ایمان و اخلاق کی اسلامی دعوت کا بھرپور اور موثر بیان ہیں۔

☆ دلنشین اسلوب میں لکھی گئی ایسی تحریریں جنھیں پڑھ کر آپ دل کے دروازے پر ایمان کی دستک سن سکیں گے۔

حدیثِ دل

مصنف: ابو یحییٰ
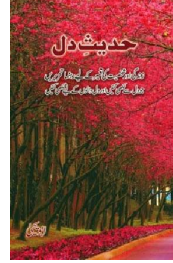
مجموعہ مضامین جس میں آپ پائیں گے اپنی

☆ شخصیت کی تعمیر

☆ اخلاق کی اصلاح

☆ ایمان کی تازگی

☆ اقدار کی زندگی اور

☆ افکار کی تشکیل نو

☆ ہمیشہ کی طرح ابو یحییٰ کے الفاظ کی دستک آپ اپنے دل کے دروازے پر محسوس کریں گے۔

کھول آنکھ زمیں دیکھ

مصنف: ابو یحییٰ
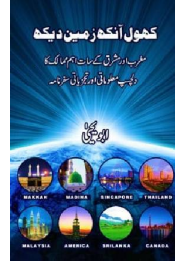
☆ مغرب اور مشرق کے سات اہم ممالک کا سفر نامہ

☆ کینیڈا، امریکہ کی زندگی کا تفصیلی جائزہ

☆ مکہ، مدینہ کی مقدس سرزمین اور سعودی عرب کا احوال

☆ سری لنکا، تھائی لینڈ، ملائیشا اور سنگاپور کی زندگی کا نقشہ

☆ مغرب اور مشرق کے ممالک کا تقابل اور اسلام کی علمی برتری کا بیان

☆ مغربی تہذیب کی کمزوریوں نظام کی خوبیوں کا بے لاگ جائزہ

☆ سات ممالک کے اہم قابل دید مقامات کی دلچسپ منظر کشی

☆ سفرنامے کے اسلوب میں لکھی گئی ایک اہم فکری کتاب

سیر ناتمام

مصنف: ابو یحییٰ
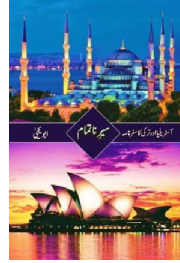
☆ آسٹریلیا کی نئی دنیا کے تمام اہم شہروں کے دعوتی سفر کی روداد

☆ مغرب اور مشرق کے سنگم ترکی کا آنکھوں دیکھا حال

☆ جدید اور قدیم دنیا کے تفریحی مقامات کی دلچسپ سیر

☆ سترہ صدیوں تک دنیا کا مرکز رہنے والے استنبول کی کہانی

☆ احوال سفر کے دلچسپ مشاہدات، معلومات اور نئی چیزوں کا تعارف

☆ ابو یحییٰ کے دلچسپ اور پرمغز تجزیے، تنقید اور تبصرے

☆ ہر قدم پر تاریخ کے اسباق اور جدید و قدیم دنیا کا تعارف

☆ آپ کے وژن اور طرز فکر کو نیا انداز عطا کرنے والی کتاب

☆ ایک داستان سفر جو سفر سے بڑھ کر بھی بہت کچھ ہے

ملاقات

مصنف: ابو یحییٰ
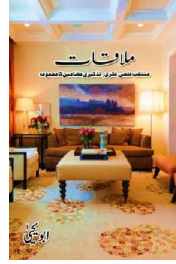
☆ اہم علمی، اصلاحی اور اجتماعی معاملات پر ابو یحییٰ کی ایک نئی فکر انگیز کتاب

☆ کریم اور رحیم کا خطاب پانے والے انبیا کی دلنواز سیرت کا بیان

☆ دین کی حقانیت اور دعوت دین کے اہم پہلوؤں کی وضاحت

☆ قیامت اور قرب قیامت کے اہم احوال کی تفصیل

☆ اہم معاشرتی اور خاندانی مسائل کے حل کے لیے رہنما تحریریں

☆ لونڈیوں سے تعلقات کے ضمن میں اسلام کے موقف کی وضاحت

☆ مسائل زندگی کے حل کے لیے رہنما تحریریں

☆ ہم جنسی تعلقات اور ارتقا جیسی عملی اور فکری گمراہیوں کی موثر تردید

When Life Begins

English Translation of Abu Yahya's Famous book **Jab Zindagi Shuru Ho Gee**
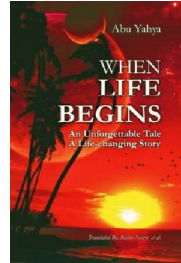
A Book that created ripples through out the world

A Writing that was read by Millions

A Book that changed many Lives

A Writing that has become a Movement

A Comprehensive sketch of the World and Life in Hereafter in the form of an interesting Novel

A Book that will strengthen your Faith in God and Hereafter

The first book of its kind in the world of Literature